اسلامی جہاد کے پس منظر میں نبی اکرم ﷺ کی زندگی کا عملی پہلو

ڈاکٹر نگہت اکرم☆

تلخیص:

''نبی اکرم ﷺ کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے دنیا کو جو دین عطا فرمایا، وہ انفرادی زندگی کے ساتھ اجتماعی زندگی کا بھی دین ہے جو عبادت کے طریقے بتانے کے ساتھ ساتھ سیاست کے آئین بھی سکھاتا ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے میدانِ جنگ میں یہ ثابت کر دکھایا کہ آپ ﷺ اللہ کے رسول و شارع کے ساتھ ایک عظیم سپہ سالار بھی تھے۔ اس پہلو میں آپ ﷺ نے ایسے کمال کا مظاہرہ کیا کہ باقی سب ماہرین فن آپ ﷺ کے سامنے ہیچ نظر آتے ہیں۔ کسی بھی غزوے میں آپ ﷺ کا مقصد کشور کشائی یا کوئی اور دنیاوی مفاد نہیں رہا بلکہ آپ ﷺ کو فقط اپنے نظریہ کا تحفظ اور تحریکِ اسلامی کے لیے پرامن ماحول مطلوب تھا لہٰذا کسی کے خلاف کاروائی بھی صرف اس وقت کی جب کوئی قوم یا ملک اس تحریک کے مقاصد میں رکاوٹ کا باعث بننے لگی نیز میدانِ جنگ میں آپ ﷺ کی شاندار قیادت نے جنگ کا مفہوم بدل کر رکھ دیا۔ ان تمام اسباب و وجوہات اور اغراض جنگ کو ختم کر ڈالا جن کے لیے جاہلیت میں جنگیں لڑی جاتی تھیں اور جنگ کے لیے جو قوائد وضوابط بنائے اپنے فوجی کمانڈروں پر اس کی پابندی ضروری قرار دی اور خود عہدِ نبوی کی جنگیں ان اصولوں پر عمل پیرا ہونے کا عملی نمونہ ہے۔ چنانچہ اسی تناظر میں ابتدائی مہمات میں نبی اکرم ﷺ کی حکمت عملی پر مبنی تحقیقی مقالہ تحریر کیا گیا ہے۔''

نبی اکرم ﷺ کی تیرہ سالہ مسلسل جہد و جہد کے بعد آپ ﷺ تقریباً اہلِ مکّہ سے مایوس ہو چکے تھے۔ عین ان حالات میں قبیلہ اوس وخزرج کے چند اشخاص حج کیلئے مکہ تشریف لائے اور ان میں سے چھ افراد نے آپ ﷺ کی تعلیمات

☆ ریسرچ اسکالر، شعبہ القرآن والسنہ، جامعہ کراچی۔

سے متاثر ہوکر اسلام قبول کر لیا دوسرے سال مزید بارہ افراد کا اضافہ ہوا اور انھی لوگوں کی تبلیغ سے قبیلہ اوس کے سردار سعد بن معاذ نے بھی اسلام قبول کیا جن کے دائرہ اسلام میں داخل ہوتے ہی ان کا سارا قبیلہ مسلمان ہوگیا چنانچہ اگلے سال ۷۲ افراد پر مشتمل ایک جماعت مکّہ تشریف لائی، ان لوگوں نے آپ ﷺ کو اپنے ساتھ مدینہ چلنے کی دعوت دی جسے آپ ﷺ نے قبول فرمایا کیونکہ آپ ﷺ کو آزادی اور امن کے ساتھ اسلام پھیلانے کے لئے پر امن ماحول کی ضرورت تھی، یہاں سے تاریخ اسلام کا ایک نیا باب شروع ہوا۔

آپ ﷺ کی مدینہ تشریف آوری سے وہاں ایک باقاعدہ وفاقی حکومت وجود میں آئی اس وفاق کا سربراہ محمد ﷺ کو تسلیم کیا گیا آپ ﷺ نے بحثیت سربراہ باون (۵۲) شقوں پر مشتمل ایک آئین مرتب کیا جو تاریخ میں میثاقِ مدینہ کے نام سے مشہور ہے اس آئین کے تحت تمام لوگوں کو اپنے اپنے مذہب و مسلک کے تحت کے آزادی کے ساتھ اور برابری کی بنیاد پر زندگی گزارنے کیلئے حکومت کی جانب سے امان مہیا کی گئی۔ نیز تمام شہریوں پر اپنے اپنے فرائض کی ادائیگی لازمی قرار دی گئی اور اس بات کا اعادہ کیا گیا کہ مدینہ پر کسی حملہ کی صورت میں سب یکجا ہو کر جواب دہ ہوں گے یوں مدینہ میں ایک نظامِ حکومت کی بنیاد ڈال دی گئی جس سے مسلمانوں کو بھی آزادی میسر ہوئی لیکن ان کی تمام تکلیفیں دور نہیں ہوئیں بلکہ مکّہ کے برعکس مدینہ میں گوناگوں ہوگئیں کیونکہ یہاں مسلمانوں کو انصار کے ساتھ ساتھ یہود کا سامنا بھی تھا اور ایک خطرناک قسم منافقین کی بھی تھی جو مارِ آستین ثابت ہوئی۔ آپ ﷺ کے مکّہ سے روانہ ہوتے ہی قریشِ مکّہ نے رئیس الانصار عبداللہ بن ابی سلول کو ایک دھمکی آمیز خط لکھا۔

''تم نے ہمارے ایک دشمن کو جو ہمارا رشتہ دار بھی ہے اپنے یہاں ٹھہرالیا ہے اگر اسے ہمارے حوالے نہ کیا گیا یا ہمارے ساتھ مل کر اس سے جنگ نہ کی گئی تو پھر ہم لشکر جرار لے کر تم پر حملہ کریں گے اور تمھاری عورتوں کو لونڈیاں بنا کر لے جائیں گے۔(1)

اس کھلی دھمکی کے باوجود عبداللہ بن ابی سلول اگرچہ ایک منافق تھا لیکن چونکہ انصار کی اکثریت اسلام قبول کر چکی تھی اس لئے وہ اپنے طور پر مسلمانوں کے خلاف کوئی کاراوئی نہ کر سکا۔ اسی زمانے میں قبیلہ اوس کا رئیس سعد بن معاذؓ عمرہ کی غرض سے مکّہ تشریف لے گئے اور وہاں اپنے قدیم دوست امیہ بن خلف کے ہاں قیام فرمایا وہاں اس کا سامنا ابو جہل سے ہوگیا جس نے خفگی کا اظہار کیا اور کہا اگر تم امیہ کے ساتھ نہ ہوتے تو یہاں سے زندہ نہ جاتے اس پر سعد بن معاذؓ کو بھی غصہ آیا اور فرمایا۔

اما وللہ لئن منّعتنی ھذا لامنعنکَ ما ھو اشد علیکَ منہ طریقک الی المدینة (۲)

ترجمہ: اللہ کی قسم اگر مجھے اس راستے سے منع کیا جاتا جو مدینے کی طرف جاتا تو میں رک جاتا۔

آپ ﷺ اور آپ کے ساتھیوں کو مکّہ مکرمہ میں رہتے ہوئے محض دلائل کے ساتھ دعوت عام کرنے کا حکم دیا

گیااور تمام تکالیف صبر و حوصلے سے برداشت کرنے کی نصیحت بار بار کی گئی اس مدت میں کسی قسم کے حرب وقتال کی اجازت نہ دی گئی چنانچہ آپ ﷺ اور ساتھیوں نے نہایت ہی خندہ پیشانی سے ہر زیادتی برداشت کرتے ہوئے اپنی دعوت جاری رکھی اور بالآخر بے سروسامانی کے عالم میں مدینہ کی جانب ہجرت فرمائی مگر یہاں بھی سارا عرب اور یہودی اس مٹھی بھر لشکر کے خلاف اٹھ کھڑا ہوا اور چاروں طرف سے مسلمانوں پر عرصہ حیات تنگ کر دیا گیا اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی جانب سے مسلمانوں کو ہتھیار اٹھانے کی اجازت ان الفاظ کے ساتھ دی گئی

اذن للّذین یقاتلون بانهم ظلموا و ان الله علیٰ نصرهم لقدیر الّذین اخرجوا من دیارهم بغیر حق الّا ان یقولوا ربنا الله (۳)

ترجمہ

جن لوگوں سے جنگ کی جارہی ہے انھیں اجازت دی جاتی ہے کیونکہ ان پر ظلم ہوا ہے اور اللہ ان کی مدد پر قادر ہے یہ اپنے گھروں سے بے قصور نکالے گئے کیونکہ خدا کو رب مانتے تھے۔

یہ اجازت ان لوگوں سے لڑنے کیلئے دی گئی جو مسلمانوں سے لڑنے آئے اور آئندہ لڑائی کی تیاریوں میں مصروف تھے۔ مدینہ پہنچنے کے بعد نبی اکرم ﷺ پر مہاجرین کے ساتھ ساتھ انصار کی حفاظت کی ذمہ داری بھی عائد ہوگئی تھی کیونکہ مسلمانوں کو پناہ دینے کے باعث قریشِ مکّہ انصار کے بھی خلاف ہو چکے تھے اور ساتھ ہی انھوں نے مسلمانوں پر معاشی ناکہ بندی بھی لگا دی تھی جس سے مدینہ میں اشیاء ضرور یہ پہنچنا بند ہوگئیں لہذا لوگوں کو بہت مہنگے داموں ضروریاتِ زندگی میسر آتیں تھیں چنانچہ قریشِ مکّہ کے اس فعل کے ردعمل کے طور پر آپ ﷺ نے معاشی ناکہ بندی روکنے کی غرض سے بعض دستے تشکیل دیئے جن میں سے پہلے تین دستے بغیر کسی کاروائی کے واپس لوٹ گئے۔

صحیح بخاری سے غزوات، نبوی ﷺ کی کل تعداد انیس ثابت ہوئی ہے۔ ابو اسحاق سے روایت ہے کہ

" کنت الی جانب زید بن ارقم فقیل له کم غزا النبی ﷺ من غزه قال : تسع عشره قلت کم غزوات انت قال سبع عشره ،، (۴)

ترجمہ؛

میں اس وقت زید بن ارقم کے پہلو میں بیٹھا ہوا تھا اپ ﷺ سے پوچھا کہ نبی ﷺ نے کتنے غزوے کیے؟ آپ نے فرمایا انیس (۱۹) میں نے پوچھا اپ آنحضرت ﷺ کے ساتھ کتنے غزوات میں شریک تھے؟ اپ نے فرمایا سترہ میں۔"

ابن سعد نے لکھا ہے۔

"کان عدد مغازی رسول ﷺ الّتی غزا بنفسه سبعاً و عشرین غزوة ، و کانت سرایاه الّتی بعث

سبعاً و اربعین سریة و کان ما قاتل فیه من المغازی تسع غزوات ، بدر القتال، احد، والمرسیع، والخندق، و قریظة،و خیبر، و فتح مکّه و حنین و الطائف فهذا ما اجتماع لنا علیه"۵)

ترجمہ:

ستائیس غزوات میں نبی اکرم ﷺ نے خود جہاد فرمایا،سنتالیس سرایا بھیجے اورنوغزوات میں اپنے ہاتھ سے قتال فرمایا۔(۱)بدر(۲)احد(۳)مرسیع(۴)خندق(۵)قریظہ(۶)خیبر(۷)فتح مکّہ(۸)حنین(۹)طائف ،اس تعداد پر اجتماع ہے۔

آپ ﷺ نے بذات خودسب سے پہلے ابواء کی مہم میں حصہ لیا جوصفر ۲ھ میں واقع ہوئی اس سے قبل تین مہمات روانہ کی گئیں سریہ حمزہؓ،سریہ عبیدہؓ بن حارث سریہ سعد بن ابی وقاصؓ،لیکن ان تمام مہمات میں بچ بچاؤ ہوگیا اور کسی معرکے کی نوبت نہ آئی۔

مولانا شبلی نعمانی نے لکھا ہے کہ

"یہ قریش کے تجارتی قافلے کوچھیڑنے کیلئے بھیجے جاتے تھے یعنی سعدؓ کی تحدید کے مطابق ان کی شامی تجارت کو بند کرنا مقصد تھا(۶)

صفر ۲ھ میں آپ ﷺ ساٹھ مہاجرین کے ہمراہ مدینہ سے نکلے اور ابواء تک گئے جہاں آپ ﷺ کی والدہ ماجدہ کا مزار ہے۔ابواء کا صدر مقام مزع ہے جوایک وسیع قصبہ ہے اور جہاں قبیلہ مزینہ آباد ہے اور جومدینہ سے تقریباً آٹھ منزل ہے(۷)

آپ ﷺ قبیلہ قریش کوروکنے کی غرض سے ابواء پہنچے مگر جنگ کی نوبت ہی نہ آئی اور یہ پہلا غزوہ تھا جس میں آپ ﷺ بہ نفس نفیس شریک ہوئے۔اس غزوہ میں آپ ﷺ نے قبیلہ بنی حمزہ کے سردار مخشی بن عمر الضمری سے معائدہ کیا کہ

لا یغزو بنی ضمرة و لا یغزوه و لا یکثیروا علیه و لا یعینوا عدواً، و کتب بینه و بینهم کتاباً(۸)

ترجمہ:

''نہ آپ ﷺ بنی ضمرہ سے جنگ کریں گے اور نہ وہ آپ سے لڑیں گے نہ آپ کے خلاف لشکر کریں گے اور نہ دشمن کو مدد دیں گے'' آپ کے اور ان کے درمیان عہد نامہ تحریر ہوا۔ہجرت کے تیرھویں ماہ شروع ربیع الاول میں رسول ﷺ کا غزوہ بواط ہے،جس میں آپ ﷺ کے ہمراہ دوسوسوار اور پیادے موجود تھے۔مقام بواط مکّہ اور شام کے درمیان قریش کے تجارتی راستے پر واقع ہے،قریش کو اس نقل وحرکت کا علم ہوگیا لہذا انھوں نے راستہ بدل دیا یوں جنگ کی نوبت ہی نہ آئی اسی ماہ آپ ﷺ کرز بن جابر الفہری کے تعاقب میں نکلے جس نے مدینہ کے ایک جانب ڈاکہ ڈالا تھا آپ ﷺ

نے ستر صحابہ کرامؓ کے ہمراہ بدر کے قریب وادی سفوان تک کرز کا پیچھا کیا مگر وہ نہ مل سکا یوں یہ لڑائی بھی نہ ہوسکی اسے غزوہ بدر اولیٰ کہا جاتا ہے۔اس تعاقب سے واپسی کے بعد آپ ﷺ نے عبداللہ بن جحش کو آٹھ مہاجرین کے دستے کے ہمراہ مقامِ نخلہ کی جانب روانہ کیا اور آپ کو ایک خط بھی تھمایا جس میں ہدایت تھی کہ نخلہ کے مقام پر جا کر قیام کریں اور ہمیں حالات سے آگاہ کریں چنانچہ عبداللہ بن جحش نے اس پر عمل کیا قریش کا ایک قافلہ تجارتی سامان کے ہمراہ مقام نخلہ سے گزرا اس قافلہ میں موجود ایک شخص عمرو بن الحضرمی کی واقد بن عبداللہ سے مڈھ بھیڑ ہوگئی اور وہ مارا گیا مورخین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ عمرو بن الحضرمی کا قتل ہی غزوہ بدر کا سبب بنا۔

غزوہ بدر۔۔۔۔اسباب:

علامہ طبری غزوہ بدر کے اسباب میں لکھتے ہیں

ترجمہ

اور جس چیز نے بدر کے واقع کو ابھارا اور وہ تمام لڑائیاں چھیڑ دیں جو آنحضرت ﷺ اور مشرکین قریش میں پیش آئیں سب کا سبب یہی تھا کہ واقد سہمی نے حضرمی کو قتل کر دیا تھا (۹)

اکثر مورخین اس بات پر اتفاق پایا جاتا ہے کہ آپ ﷺ کا مقصد محض ابوسفیان کے ہمراہ شام سے لوٹنے والے قریش کے قافلہ تجارت پر قابو پانا تھا۔

ابن خلدون نے لکھا ہے کہ:

ترجمہ؛

ماہ رمضان کے شروع میں آپ ﷺ کو یہ خبر پہنچی کہ اہلِ قریش کا تجارتی سامان مال واسباب سے بھرا ہوا شام سے مکہ آرہا ہے اس کے ساتھ تیس یا چالیس آدمی خاص اہل قریش کے ہیں جن کے ساتھ ابوسفیان ہے تو آپ ﷺ نے مسلمان مہاجرین وانصار کو اس قافلہ کی جانب پیش قدمی کا حکم صادر کیا چونکہ آپ کو جنگ کا خیال غالب نہ تھا اس لئے روانگی کے وقت آپ نے کوئی خاص اہتمام نہ فرمایا۔مگر یہ خبر ابوسفیان تک پہنچ گئی اور اس نے ڈر کر ضمضم بن غفاری کو اجرت دے کر مکّہ کی طرف روانہ کیا اور یہ کہلا بھیجا کہ تمھارا قافلہ محمد ﷺ اور ان کے تابعین کی وجہ سے معرضِ زوال ہے دوڑ واور اپنے قافلے کو بچاؤ چنانچہ اہل مکّہ یہ سنتے ہی سب کے سب کھڑے ہوئے (۱۰)

محمد حسین ہیکل نے لکھا ہے

ترجمہ:

حضرمی کے واقعہ قتل نے فریقین (مسلمان اور قریش) دونوں کے طریقہ کار کو بدل دیا۔مسلمان قریش سے اپنے

متروکہ اموال واملاک یا ان کا بدل وصول کرنے پر اتر آئے ادھر قریش نے حضرمی کا قتل حرمت والے مہینے میں واقع ہونے کی وجہ سے تمام عرب کو رسول اللہ اور ان کے رفقاء کے خلاف مشتعل کرنے کا ذریعہ بنالیا جس سے آپ ﷺ کا یہ خیال پختہ ہوگیا کہ قریش مکہ سے سمجھوتے کی توقع بے سود ہے جب ۲ھ میں ابوسفیان تجارتی سامان کے ہمراہ شام کی طرف جانے لگے تو مسلمانوں نے یہ خبر سن کر ان کی راہ گھیرنے کا قصد کرلیا (۱۱)

قرآنِ حکیم میں رقم ہے:

كما اخرجک ربک من بيتک بالحق (۱۲)

ترجمہ؛

تیرہ رب تجھے حق کے ساتھ گھر سے باہر لایا تھا

سیّد ابوالاعلیٰ مودودی اس کی وضاحت میں لکھتے ہیں کہ

قرآن کا یہ اشارہ ضمناً ان روایات کی بھی تردید کررہا ہے جو جنگ بدر کے سلسلے میں اکثر کتب سیرت ومغازی میں نقل کی جاتی ہیں کہ ابتدا آپ ﷺ قافلہ لوٹنے کی غرض سے روانہ ہوئے پھر چند قدم چل کر معلوم ہوا کہ قریش کا لشکر قافلہ کی حفاظت کیلئے آرہا ہے تب یہ مشورہ کیا گیا کہ قافلے پر حملہ کیا جائے یا لشکر کا مقابلہ؟ اس کے برعکس قرآن بتا رہا ہے کہ آپ گھر سے نکلے تھے اسی وقت یہ امرِ حق آپؐ کے پیشِ نظر تھا کہ قریش کے لشکر سے فیصلہ کن مقابلہ کیا جائے اور یہ مشاورت بھی اسی وقت ہوئی تھی کہ قافلے اور لشکر میں سے کس کو مقابلے کیلئے منتخب کیا جائے (۱۳)

حجرمی کے اتفاقیہ قتل کے ساتھ ہی یہ افواہ بھی پھیل گئی کہ مسلمان شام سے آنے والے قافلہ کو لوٹنے والے ہیں ،خبر نے اہلِ مکّہ کے جوشِ انتقام کو بھڑکا دیا چنانچہ وہ شمشیر برہنہ مکّہ سے نکل کھڑے ہوئے ان کی تعداد ایک ہزار تھی سات سو اونٹ اور تین سو گھوڑے ان کے ساتھ تھے۔

''ابوسفیان ساحل بحر سے اپنے قافلہ کو نکال لے گئے اور قریش کے لوگوں کو کہلا بھیجا کہ مکہ واپس چلو لیکن ابوجہل نے از راہ نخوت انکار کیا اور کہا کہ بدر میں جہاں عرب کا سالانہ اجتماع ہوتا ہے ہم جا کر ٹھہریں گے تین روز تک وہاں دعوتیں کریں گے اور جشن منائیں گے تاکہ تمام عرب میں ہمارے آنے کی شہرت اور ہماری طاقت کا رعب غالب ہوجائے'' (۱۴)

یہاں پر قریش میں اختلاف رائے ہوگیا کچھ لوگ شدت سے واپسی کے خواہاں تھے ان کا خیال تھا کہ اب مقابلہ بے کار ہے ان میں بنوزہرہ واپس چلے گئے۔ بنوہاشم کے افراد نے بھی واپس ہونا چاہتے تھے مگر ابوجہل نے جبراً روک لیا۔ ابوجہل چونکہ قریش کا سردار تھا اسلئے ڈٹ گیا اور مقابلے پر روانہ ہوا۔

میدانِ جنگ: موثر حکمتِ عملی:

جب نبی اکرم ﷺ کو اہلِ مکّہ کی تیاری کی خبر پہنچی تو تو آپ ﷺ نے صحابہ کرام سے مشورہ کیا اور ہر ایک سے رائے طلب کی مہاجرین میں سے حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمرؓ نے آپ ﷺ کو بھرپور یقین دلایا کہ ہم آپ ﷺ کے ساتھ ہیں اب آپ ﷺ انصار کی جانب سے کسی جواب کے منتظر تھے کہ انصار میں سے حضرت سعد بن معاذؓ نے عرض کیا۔ "اگر آپ ہمیں سمندر میں جا کر کودنے کو کہیں گے تو ہم پیچھے نہ ہٹیں گے آپ ﷺ اللہ کے نام پر ہمارے ساتھ چلیے ہم ساتھ چھوڑ دینے والوں میں سے نہیں" (۱۵)

چنانچہ مسلمانوں نے کوچ فرمائی اور چند خصوصی انتظامات یوں کیئے۔

۱۔ پہلے ایک دستہ فراہمی معلومات کیلئے بھیجا گیا تاکہ کاروانِ تجارت کا پتہ لگائے اور قریش کے عزائم معلوم کرے

۲۔ دو جماعتیں ترتیب دی گئیں ایک مہاجرین کی، جن کا پرچم حضرت علیؓ اور حضرت عمیرؓ کے ہاتھ میں تھا اور دوسرا انصار کا جن کا جھنڈا حضرت سعدؓ کے ہاتھ تھا

۳۔ عقب پر ایک صحابی قیس بن ابی صعصعہؓ کو مامور کیا گیا۔

ترجمہ:

" مسلمانوں کی کل تعداد تین سو تیرہ (۳۱۳) تھی جن میں سے تراسی (۸۳) مہاجرین اور باقی انصار تھے ایک سو ستر خزرج تھے، کفار کی تعداد قریب ایک ہزار تھی جس میں سوائے ابولہب کے قریش کے تمام سردار شامل تھے " (۱۶)

ترجمہ:

''صحابہ کرام کے پاس اس معرکے میں صرف ستر (۷۰) اونٹ تھے جس پر باری باری سوار ہوتے تھے'' (۱۷)

اس مسافت کا طول تقریباً ۱۰۰ کلومیٹر تھا اور ستر اونٹوں کو صحابہ کرام میں تقسیم کیا گیا ایک اونٹ آپ ﷺ کے حصہ میں آیا جس میں شریک سفر علی بن ابی طالب اور مرثد بن ابو مرثد غنویؓ تھے تینوں باری باری اونٹ پر بیٹھتے تھے اس طرح سب سے پہلے مساوات کا ایک اصول قائم کیا گیا

اسلامی لشکر نے بدر کے میدان میں جا کر پڑاؤ ڈال دیا تھا مگر ایک صحابی حباب بن منذرؓ نے کسی دوسرے مقام کی نشاندہی کی جو جنگ کیلئے زیادہ موزوں تھی" یہ جگہ کنویں کے قریب تھی یوں پانی کے ذخیرے مسلمانوں کے قبضے میں آ گئے۔ رسول ﷺ نے صف بندی کروائی اور خیموں کی جگہ رات کو تبدیل کر دی کہ صبح جب لوگ دشمن کے سامنے ہوں تو سورج ان کی آنکھوں پر نہ پڑے اور لڑائی میں ان کی آنکھیں نہ چندھیا جائیں " (۱۸)

آپ ﷺ نے اپنا ذاتی خیمہ نصب کرایا جس کی حفاظت اور نگہداشت کیلئے کئی پہرے دار منتخب فرمائے، پہلے باقاعدہ صفیں مرتب کیں اور صحابہ کرامؓ کو عزم و حوصلے کی ترغیب دی اور یہ حکم دیا کہ اپنی جگہ پر رہ کر مشرکین کے حملہ کو روکیں مگر

خود حملہ میں پہل نہ کریں۔

یوں مسلمان ایک بہترین اور اعلیٰ وارفع قیادت کے ہمراہ میدانِ جنگ میں اترے اس قسم کی صف بندی سے اہلِ عرب ابھی تک ناواقف تھے۔

جنگ کا آغاز مشرکین نے ہی کیا اسود بن عبدالاسد نے مسلمانوں کے حوض آب پر بھرپور حملہ کیا اسے حمزہؓ بن عبدالمطلب نے روکا اور قتل کر دیا اس کے بعد حضرت علیؓ نے ولید کو مار ڈالا۔ تاریخ الامت میں لکھا ہے کہ؛

میدانِ جنگ میں ان لوگوں کے نکلنے سے پہلے نوجوانِ انصار عوف ومعوذ پسران عفراء اور عبداللہ بن رواحہ لڑنے کو آئے تھے لیکن غیر قوم ہونے کی وجہ سے عتبہ وشیبہ وولید نے ان لوگوں سے لڑنے سے انکار کر دیا تب حضرت عبیدہؓ اور حضرت حمزہؓ حضرت علیؓ آئے تھے اس کے بعد قوم نے مجموعی حالت سے حملہ کیا اور مشرکین کو شکست ہوئی (۱۹)

بدر کا معرکہ مسلمانوں اور مشرکین کی پہلی قابلِ ذکر ٹکر تھی اور فی الحقیقت یہ مسلمانوں کیلئے بہت سخت آزمائش اور عظیم الشان امتحان تھا کیونکہ مسلمان تعداد میں کم تھے، بے سروسامان بھی تھے اور مقابلہ پر ان کی دگنی تعداد کا لشکر تھا جو پورے ساز وسامان کے ساتھ لیس ہو کر نکلا تھا۔ اسکے علاوہ مسلمان نشیب کی جانب تھے جہاں ریت بہت زیادہ تھی گرد وغبار بہت تھا اور پانی بھی میسر نہ تھا ان حالات میں مسلمانوں کے دلوں میں شکست کا خوف پیدا ہونا فطری بات تھی مگر اللہ نے اپنے کرم خاص سے شدید بارش برسائی جو قریش کیلئے سخت ابتلاء کا باعث بنی سورہ انفال میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

"اذ یغشیکم النعاس امنة منه و ینزل علیکم من السمآءِ مآءِ لیطھر کم به و یذھب عنکم رجزِ الشیطن و لیربط علی قلوبکم و یثبّت به الاقدام" (۲۰)

ترجمہ: جب ڈھانپ لیا تم کو امن والی اونگھ نے اور تم پر آسمان سے پانی نازل کیا تا کہ تمہیں پاک کر دے اور شیطان کی خباثت دور کر دے اور تمہارے دلوں کو مضبوط کر دے اور تمہارے قدم جمائے رکھے"۔

یہ اس رات کا واقعہ ہے جس کی صبح بدر کی لڑائی پیش آئی تھی۔ اس بارش کے تین فوائد ہوئے ایک یہ کہ مسلمانوں کو پانی کی کافی مقدار مل گئی اور انھوں نے فوراً حوض بنا بنا کر بارش کا پانی روک لیا، دوسرے یہ کہ مسلمان چونکہ وادی کے بالائی حصہ پر تھے اس لئے بارش کی وجہ سے ریت جم گئی اور زمین اتنی مضبوط ہو گئی کہ قدم اچھی طرح جم سکیں اور نقل وحرکت با آنی ہو سکے تیسرا یہ کہ لشکر کفار نشیب کی جانب تھا اس لئے وہاں بارش کی بدولت کیچڑ ہو گئی پاؤں دھنسنے لگے (۲۱)

گویا یہ بارش مشرکین مکہ کیلئے انتہائی ناگوار اور مسلمانوں کیلئے نزول رحمت ثابت ہوئی اس لئے بدر کی جنگ اور فتح اسلام میں اس بارش کو بھی بڑی اہمیت حاصل ہے

عظیم الشان قیادت: بہترین نتائج۔

(۱)جنگ بدر کے سپہ سالار خود نبی اکرم ﷺ تھے جو کہ فیصلہ کن وقت میں، فیصلہ کن مقام پر، فیصلہ کن اقدام کا حکم فرماتے تھے۔

(۲)اس معرکہ میں مسلمانوں نے بہترین نظم نسق کی مثال قائم کی اور جب کوئی لشکر بہتر نظم ونسق پر قائم ہو تو صحیح معنوں میں وہی اپنے جوہر دکھانے کے قابل ہوتا ہے۔ یہ لشکر ہر قدم پر اپنے امیر کی پیروی میں آگے کی جانب بڑھتا رہا اور ان کا قائد الگ تھلگ رہ کر محض حکم نافذ کرنے پر معمور نہیں رہا، بلکہ بذات خود لڑائی میں شمولیت اختیار کی اور ہر اگلہ قدم بڑھانے سے قبل اپنے ساتھیوں سے مشورہ کرنا اور ساتھیوں سے رائے طلب کرنا ضروری خیال کیا۔ جبکہ ان کے ان کے مخالفین قیادت موحدہ سے محروم تھے اور ان کا اندازِ جنگ بھی فرسودہ تھا ان کی قیادت دو اشخاص، عتبہ بن ربیعہ اور ابوجہل بن ھشام میں بٹی ہوئی تھی جن کے درمیان آپس میں اتحاد سے زیادہ اختلاف پایا جاتا تھا

(۳) آپ ﷺ نے بحیثیت سپہ سالار میدانِ جنگ کے شمال میں ایک ٹیلے پر قیام فرمایا، جہاں سے پورا میدان دکھائی دیتا تھا۔ وہ رات مسلمانوں نے نہایت عاجزی وانکساری سے اپنے رب کے سامنے گڑگراتے ہوئے گزاری۔ ارشاد الہی ہے:

فلم تقتلوهم و لكن الله قتلهم و مارميت اذا رميت و لكن اللّٰه رمى و ليبلى المومنين منه بلآءً حسناً انَّ الله سميع عليم (۲۲)

ترجمہ:

سوتم نے ان کو نہیں مارا لیکن اللہ نے ان کو مارا اور تم نے نہیں پھینکی مٹھی خاک کی جس وقت کہ پھینکی تھی، لیکن اللہ تعالیٰ نے پھینکی تھی تا کہ کرے اپنی طرف سے ایمان والوں پر خوب احسان اور وہ سننے اور جاننے والا ہے۔

اس آیۃ مبارکہ میں اس واقعہ کی جانب اشارہ ہے کہ جب نبی اکرم ﷺ نے میدانِ بدر میں کفار کے لشکر پر مٹھی بھر ریت اٹھا کر کفار پر پھینکی تھی اس کے ساتھ ہی آپ ﷺ کے اشارہ پر مسلمان یکبارگی کفار پر حملہ آور ہو گئے

مسلمانوں کی اس عظیم الشان فتح کا ایک سبب ان کا وہ خاص ومعین مقصد تھا جس میں ان کے پیش نظر مادی نفع کی امید ہرگز نہ تھی لہذا اپنے سے تین گنا زیادہ فوج کے سامنے مہاجرین وانصار ثابت قدم اور ڈٹے رہے جبکہ مشرکین نے جب اس مٹھی بھر لشکر کو دیکھا تو فخر وتکبر کی باتیں کیں کہ یہ لوگ اتنے محدود لشکر کے ہمراہ ہم سے لڑنے آئے کس بھروسے پر آئے ہیں۔ ان کے اس بیان کا جواب اس آیہ مبارکہ میں موجود ہے

و من يتوكل على الله فان الله عزيز حكيم (۲۳)

ترجمہ:

جو کوئی اللہ پر بھروسہ کرے تو اللہ تعالیٰ زبردست ہے حکمت والا

اسی کامل بھروسے کے نتیجے میں اس قلیل جماعت نے نصرت حاصل کی، خدا نے ان پر کرم فرمایا اور اسی رات

آسمان سے وہ بارش برسائی کہ میدانِ جنگ کا نقشہ ہی بدل کر رہ گیا

مولانا ابوالکلام آزاد نے اس واقعہ کی بابت لکھا ہے کہ

''بعض اوقات قدرتی حوادث کا ایک معمولی واقع بھی فتح وشکست کا فیصلہ کر دیتا ہے جنگ واٹرلو کے تمام مورخین متفق ہیں اگر ۱۷،۱۸ جون کی شب بارش نہ ہوتی تو یورپ کا نقشہ بدل جاتا، کیونکہ اس صورت میں نپولین کو زمین خشک ہونے کیلیئے دوپہر بارہ بجے تک انتظار کرنا نہ پڑتا وہ صبح ہی سے لڑائی شروع کر دیتا جس کے نتیجے میں ولنگٹن کو شکست ہوتی۔لیکن اگر بدر میں بارش نہ ہوتی تو کرہ ارض کی ہدایت کا نقشہ بدل جاتا، اس طرح آپ ﷺ نے دعا میں ارشاد فرمایا تھا کہ اے خدا آج یہ چھوٹی سی جماعت ختم ہوگئی تو کرہ ارض پر کل کوئی تیرا عبادت گزار باقی نہ رہے گا'' (۲۴)

ہر جنگ کی تاریخ سے یہی ثابت ہے کہ صرف جدید اسلحہ، بندی، قوت و تعداد ہی فتح کیلیئے ضروری نہیں ہوتی بلکہ ان تمام چیزوں پر حاوی ہے عزم واستقلال اور بلند ہمتی۔لہذا مسلمانوں اور مشرکین کی پہلی خطرناک وفیصلہ کن جنگ میں یہی خوبیاں تھیں جنھوں نے مسلمانوں کو سربلند و سرفراز کیا۔

اسیران جنگ:

کفار کے ایک سوستر آدمی مارے گئے اور ستر قیدی ہوئے جبکہ مسلمان شہداء کی تعداد چودہ تھی ،مہاجرین میں سے چھ صحابی حضرت عبیدہ بن الحارث ،عمیر بن ابی وقاص ،عاقل بن ابی البکر ،عمیر بن الخطاب مہجع ،صفوان بن بیضاء شامل تھے جبکہ انصار میں سے آٹھ صحابی قبیلہ اوس کے سعد بن خثیمہ ،مبشر بن عبدالمنذ ر،اور قبیلہ خزرج کے یزید بن الحارث بن الخزرج ،عمیر بن الحمام ،رافع بن معلیٰ ،حارثہ بن سراقہ ،عوف ومعوذ جملہ چودہ صحابی شہید ہوئے۔

نبی اکرم ﷺ کا ہر جنگ میں اصول رہا ہے کہ فریقین کی جو بھی لاشیں ملتی تھیں انھیں دفنا دیتے یہاں چونکہ مشرکین کی تعداد بہت زیادہ تھی اس لئے ایک بڑا سا گڑھا کھود کر اس میں لاشیں ڈال دیں خود اسیرانِ جنگ کے ساتھ مدینہ تشریف لے آئے ان میں سے صرف دو افراد جن سے شدید خطرہ درپیش تھا انھیں راستے میں ہی قتل کر دیا گیا۔

عنایت سوہدری لکھتے ہیں کہ۔

''اس غزوہ میں قریش کے ستر افراد مسلمانوں کے ہاتھوں قید ہوئے تھے رسول ﷺ نے جنگی قیدیوں کے بارے میں ایک ضابطہ بنایا جس کے مطابق ان کے ساتھ ایسا سلوک رواں رکھا گیا کہ خود قیدی بھی اس حسن سلوک پر حیران رہ گئے کسی قیدی میں کوئی تفریق نہ کہ گئی قیدیوں میں آپ ﷺ کے چچا حضرت عباسؓ بھی تھے۔کچھ قیدی فدیہ دے کر رہا ہوگئے جن کے پاس فدیہ کیلیئے رقم نہ تھی ان کو تعلیم پر معمور کیا گیا کسی قیدی پر مسلمان ہونے کی شرط نہ لگائی گئی'' (۲۵)

آپ ﷺ کی بیٹی حضرت زینبؓ کا شوہر ابوالعاص بھی جنگی قیدیوں میں تھا صحابہ کرام نے تجویز تک پیش کی کہ

انھیں بغیر فدیہ کے رہا کر دیا جائے مگر آپ ﷺ اس پر راضی نہ ہوئے یہ عدل کی ایک عمدہ مثال ہے۔قیدیوں سے نیک سلوک رواں رکھنے کیلئے آپ ﷺ نے صحابہ کرام کو خصوصی ہدایات کیں۔قیدیوں کے بابت صحابہ کرام نے اپنی اپنی رائے پیش کی حضرت عمرؓ اور حضرت سعد بن معاذ کا خیال تھا کہ انھیں قتل کر دیا جائے جبکہ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا کہ ان سے فدیہ لے کر چھوڑ دیا جائے ہوسکتا ہے ان میں سے کچھ لوگ راہ راست پر آ جائیں۔بعض قیدیوں نے یہ نکتہ اٹھایا کہ ہم سے معاوضہ کیوں لیا جا رہا ہے۔اس بابت ارشادِ الٰہی نازل ہویا۔

یـآیھا الـنبـیّ قـل لّمن فی ایدیکم مّن الاسرٰی ان یّعلم اللہ فی قلوبکم خیراً یوتکم ممّآ اخذ منکم و یغفر لکم واللہ غفور رحیم(۲۶)

ترجمہ:

اے نبی! تم ان لوگوں کے قبضہ میں جو قیدی ہیں ان سے کہو اگر اللہ کو معلوم ہوا کہ تم تمھارے دلوں میں کچھ خیر ہے تو وہ تمھیں اس سے بڑھ چڑھ کر دے گا جو تم سے لیا گیا ہے اور تمھاری خطائیں معاف کر دے کا اللہ درگزر کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔

جاہلی نظام میں اسیرانِ جنگ کے ساتھ جو سلوک رکھا جاتا کہ ان پر ظلم توڑے جاتے،اور غلامی میں ڈال دیا جاتا آج کے مہذب دور میں بھی جنگی قیدیوں کے ساتھ وحشیانہ سلوک رواں رکھا جاتا ہے لیکن نبی اکرم ﷺ ان انتہا پسند لوگوں کے درمیان رہ کر بھی قیدیوں کو آرام وتحفظ پہنچانے کی شدید تلقین کی چنانچہ صحابہ کرام خود کھجوریں کھا کر قیدیوں کو اپنے حصے کا کھانا کھلاتے تھے جن کے پاس لباس نہ تھا انھیں لباس مہیا کیا گیا۔

فاتح قوم عام طور پر نشہ پندار میں بدمست ہو کر غیر سنجیدہ ہو جایا کرتی ہے لیکن نبی برحق نے فتح بدر کے بعد اپنے عاجزانہ رویہ سے نبی برحق ہونے کا ثبوت پیش کیا،آپ ﷺ اور صحابہ کرامؓ کے دلوں میں فخر کے بجائے ایک جزبہ تشکر قائم تھا جس کی بنیاد اس احساس پر ہے کہ فتح اللہ کا انعام ہے

ماحصل؛

بدر کی فتح مسلمانوں کیلئے کسی معجزہ سے کم نہ تھی کیونکہ فتح کے معروف مادی اسباب ووسائل میں سے کسی سبب اور ذریعہ کے بغیر ہی یہ فتح حاصل ہوگئی تھی۔اس جنگ میں دونوں پلڑے متوازن نہ تھے۔مشرکین کا لشکر ایک ہزار افراد پر مشتمل تھا اور ساتھ ہی ساز وسامان اور اسلحہ سے بھی لیس تھا جبکہ مسلمان نہ صرف قلیل تعداد رکھتے تھے بلکہ اس محدود لشکر کیلئے بھی ان کے پاس اسلحہ کی کمی تھی،اور انھیں سامان خورد ونوش تک میسر نہ تھا۔گویا یہاں مسلمان ہر اعتبار سے کمزور تھے تاریخ نے اس معرکے سے پہلے کسی کمزور ترین قوم کو ایسی شاندار فوج پر فتح پاتے نہ دیکھا۔اس کمزور قوم کی شاندار فتح نے ظاہری

ومادی وسائل کو ذریعہ کامرانی سمجھنے والوں کو حیرت زدہ کر رکھا تھا۔اس غزوہ نے ثابت کر دیا کہ باطل کی کثرتِ تعداد، وسائل اور قوت وطاقت کوئی معنی نہیں رکھتی بشرطیکہ اسکے مقابل پرعزم، پرخلوص، مستقل مزاج، قیادت موجود ہو۔دل میں اگر سچائی کا جذبہ، اور ذات الٰہی پر کامل ایمان موجود ہو تو بڑی سے بڑی سپر طاقت بھی کمزور ہو جایا کرتی ہے جس کا ثبوت غزوہ بدر ہے۔

بدر کے بعد کی جنگی سرگرمیاں:

بدر کا معرکہ مسلمانوں اور کفار مکّہ کے درمیان پہلا مسلح ٹکراو اور فیصلہ کن معرکہ تھا اور اس معرکے میں فتح مسلمانوں کی ہوئی جسکا مشاہدہ سارے عرب نے کیا۔بدر کے نتایج سے وہ لوگ سب سے زیادہ دل گرفتہ ہوئے جنھیں براہ راست نقصان عظیم برداشت کرنا پڑا یا پھر وہ لوگ جو مسلمانوں کے خلاف غم وغصہ اور رنج والم سے جل بھن رہے تھے۔جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

و لتجدنّ اشد النّاس عداوة للّذين اٰمنو اليهود و الّذين اشر كوا (٢٧)

ترجمہ:

تمام لوگوں میں سب سے زیادہ مسلمانوں سے عداوت رکھنے والے آپ ان یہود اور مشرکین کو پائیں گے۔

مدینہ منورہ میں یہود کے تین گروہ (١) بنی قریظہ (٢) بنی نضیر (٣) بنی قینقاع، نے مسلمانوں سے جنگ نہ کرنے کی مصالحت کر رکھی تھی لیکن جب آپ ﷺ بدر کے معرکہ سے فتح یاب ہو کر لوٹے تو یہودیوں کا حسد بڑھ گیا اور بنی قینقاع نے معائدہ توڑ دیا اور مسلمانوں کو اذیت پہنچانی شروع کر دی نتیجہ کے طور پر آپ ﷺ نے ساتھیوں کے ہمراہ پندرہ روز تک ان کا محاصرہ کیا یہ نصف شوال ہجرت کے بیسویں ماہ کا واقعہ ہے۔

اس حصار کا سبب ابن اثیر نے یوں لکھا ہے۔

اذجاء ت امر ا ة مسلمة الیٰ سوق بنی قینقاع و جلست عند صائع لآجل هلی لها فجاء رجل منهم فخل درعها الیٰ طهرها ،و هی لا تشعر ،فلمّا قامت بدعت عورتها فضحكوا منها، فقام اليه رجل من المسلمين فتقتله (٢٨)

ترجمہ:

ایک مسلمان عورت بنی قینقاع کے بازار آئی اور سنار کی دکان پر بیٹھ گئی وہ اپنے لئے زیور بنوا رہی تھی کہ ایک یہودی آیا اور پیچھے سے اس کی قمیض پیٹھ تک کھول دی اسکو خبر نہ ہوئی اور جب وہ اٹھ کھڑی ہوئی تو اس کی بے پردگی ہوگئی یہودی اس پر ہنسنے لگے ایک مسلمان اشتعال میں آ کر اس پر جھپٹ پڑا اور وہیں اس کو قتل کر دیا

اس واقعہ پہ سب یہودی مجتمع ہو گئے اور اس شخص کو قتل کر ڈالا اور خود قلعوں میں پناگزین ہو گئے نبی اکرم ﷺ نے انھیں یاد دلایا کہ ہمارے درمیان معائدہ ہو چکا ہے لہذا آپ لوگ اس معائدے کے مطابق ہم سے معاملہ طے کریں مگر جواب میں انھوں نے سخت ردعمل کا اظہار کیا اور تمسخر اڑایا کہ قریش تو جنگ سے یکسر ناواقف تھے آپ ہم سے مقابلہ کریں تو ہماری طاقت کا اندازہ ہو جائے گا اس واضح دھمکی کے بعد مسلمانوں کیلیئے مقابلہ کے علاوہ کوئی چارہ نہ تھا چنانچہ انھوں نے یہودیوں کے قلعہ کا محاصرہ کرلیا یہ محاصرہ پندرہ دن تک جاری رہا بلا آخر یہودی محاصرے کی تاب نہ لا کر ہتھیار ڈالنے پر مجبور ہو گئے۔ انھوں نے اپنی جان بخشی کیلیئے ہر طرح کی شرط تسلیم کرنے کی حامی بھی بھر لی چنانچہ آپ ﷺ نے ان پر مدینہ چھوڑنے کی شرط عائد کی کیونکہ یہاں رہ کر وہ مسلمانوں کو گزند پہنچانے کی سازش میں مصروف تھے۔ یہ وہ وقت تھا جب مسلمان چاروں طرف سے دشمنوں میں گھرے ہوئے تھے اور ہر دشمن کا اپنا انداز تھا۔ لہذا یہود کی جلاوطنی سے مقصود مدینہ منورہ کو مسلمانوں کیلیئے ایک محفوظ مرکز بنانا تھا۔

گویا اس محاصرے میں جنگ و جدل کی نوبت ہی نہ آئی اور معاملہ افہام و تفہیم سے طے پا گیا لہذا اسے غزوہ نہیں گردانا جا سکتا۔

شوال کے مہینے میں ہی آپ ﷺ کو خبر ملی کہ بنی سلیم اور بنی غطفان کا ایک بڑا گروہ حملہ آور ہونے کا ارادہ کر رہا ہے اور یہ گروہ مقام کدر پر واقع چشمے پر جمع ہو چکا ہے، آپ ﷺ ان کی سرکوبی کے لئے مقام کدر تک پہنچے۔ اس واقعے کو غزوہ کدر کے نام سے یاد کیا جاتا ہے مگر لڑائی کی نوبت یہاں بھی پیش نہیں آئی اور بغیر کسی جھڑپ کے دونوں گروہ واپس ہو لئے اس کے بعد کا غزوہ غزوہ سویق کے نام سے مشہور ہے۔ اس غزوہ کا پس منظر یہ ہے کہ ابوسفیان نے بدر کی فتح کے بعد قسم کھا رکھی تھی کہ جب تک مسلمانوں سے بدلہ نہ لے گا اپنے سر پر پانی کا ایک قطرہ تک نہ پڑنے دے گا۔ اس قسم کو پورا کرنے کیلیئے وہ دو سو اونٹ سوار دستے کے ساتھ رات کے وقت مدینہ پہنچا اور وادی عریض کے قریب پہنچ کر انھوں نے کھجوروں کے درخت جلا دئے اور ایک انصاری مسلمان معبد بن عمر و کو قتل کر ڈالنے کے بعد انھوں نے واپسی کی راہ لی۔ نبی اکرم ﷺ نے تعاقب کیا اور قرقرۃ الکدر تک پہنچ گئے مگر ابوسفیان اور اس کے ساتھی فرار ہونے میں کامیاب ہو گئے زیادہ تیزی سے بھاگتے ہوئے وہ اپنے ساتھ لائے غزائی تھیلے پیچھے پھینکتے گئے ابن اثیر نے لکھا ہے

وکان ابوسفیان وآصحابہ یلقون جرب السویق یتخفون منھا وکان ذالک عاقۃ زادھم، فلذلک سمیت غزوۃ السویق (۲۹)

ترجمہ:

جاتے ہوئے ابوسفیان کے ساتھ ستوؤں کے تھیلے پھینکتے گئے تاکہ اونٹوں کا بوجھ ہلکا ہو اور تیزی سے بھاگ سکیں ستو ان کے عام سفر کا توشہ تھا، اسی لئے اس غزوہ کا نام غزوہ سویق پڑ گیا

چونکہ اس موقع پر تو فریقین کا آمنا سامنا ہی نہیں ہوا لہذا یہ بھی کوئی معرکہ نہ تھا۔ اس کے بعد آپ ﷺ کو بنی

ثعلبہ اور محارب کے قبائل کی جانب سے حملہ کی اطلاع ملی۔ خبر ملی کہ یہ قبائل ذی امر کے مقام پر جمع ہو چکے ہیں تو آپ ﷺ ساڑھے چار سو افراد پر مشتمل افوج کے ہمراہ اپنے دفاع کی غرض سے روانہ ہوئے مگر دونوں قبائل پہاڑوں روپوش ہو گئے اور مسلمان اس دیار میں کامل ایک ماہ قیام کرنے کے بعد بغیر کسی جنگ و جدال واپس لوٹ گئے۔ تاریخ میں اس واقعے کو غزوہ ذی امر کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ اسکے بعد بنی سلیم کی جانب سے حملے کا خطرہ ہوا تو آپ ﷺ ایک بار پھر تین سو افراد کے ہمراہ اپنے دفاع کیلئے روانہ ہوئے لیکن بحران کا سفر ابھی ایک رات کا تھا کہ بنی سلیم کا ایک آدمی آپ ﷺ کے ہاتھ لگ گیا جس نے بتایا کہ بنی سلیم واپس ہو چکے ہیں لہذا یہاں بھی آپ ﷺ دو ماہ انتظار کے بعد صحابہ کرامؓ کے ہمراہ بغیر کسی مقابلہ کے واپس مدینہ تشریف لے آئے۔

ان تمام مواقع کو اگرچہ تاریخ میں غزوات کا نام دے دیا گیا ہے کیونکہ ان مقامات پر آپ ﷺ بذات خود اپنے اور مسلمانوں کے دفاع کے لئے نکلے مگر کہیں بھی باقاعدہ لڑائی یا مقابلہ نہیں ہوا لہذا انھیں جنگ کا نام نہیں دیا جاسکتا۔

غزوہ احد:

احد دوسرا بڑا غزوہ تھا جس کی بنیاد مقامِ بدر سے اہلِ مکّہ کی واپسی کے ساتھ پڑ ہی گئی تھی کیونکہ وہ اس شکست کو بھلا نہ پائے تھے اور یہ طے کر لیا تھا کہ کسی بھی قیمت پر اپنی ذلت کا بدلہ لیں گے اور اپنی کرامت و شرف حاصل کر کے ہی رہیں گے ابوسفیان نے ان تمام لوگوں سے درخواست کی جن کا مال تجارت شام سے واپس آنے والے قافلہ میں تھا کہا؛

یا معشر قریش انّ محمد أ قد و ترکم ،و قتل اخیار کم،فآعینونا بهذاالمال علی حربه،لعلّنا ان ندرک منه تآر أبمن احیب منّا(۳۰)

ترجمہ:

اے گروہ قریش! محمد نے تم سے اپنا کینہ نکالا ہے اور تمھارے بھائیوں کو قتل کر دیا لہذا تم اس مال سے ہماری مدد کرو شاہد اس طرح ہم اپنی شکست کا بدلہ لیں

یوں باقاعدہ منصوبہ بندی کے تحت قافلے کے مال تجارت کا صرف اصل سرمایہ مالکوں کو لوٹایا گیا جبکہ اس کا زرِ منافع امانت کے طور پر محفوظ رکھ دیا گیا " قافلے میں ایک ہزار اونٹ تھے اور پچاس ہزار دینار کا مال تھا، اصل سرمایہ مالکوں کو لوٹا دیا گیا، منافع رکھ دیا گیا جو بحثیت مجموعی پچاس ہزار تھا "(۳۱)

اہل قریش یہاں متحد ہو گئے اور بلا حجت یہ درخواست مان لی۔ اس کی جانب آیۃ مبارکہ میں بھی اشارہ ہے

انّ الّذین کفروا ینفقون اموالهم لیصدوا عن سبیل الله فسینفقو نها ثمّ تکون علیهم حسرة ثمّ یغلبون(۳۲)

ترجمہ:

''جن لوگوں نے کفر کی راہ اختیار کی اور اپنا مال اس لئے خرچ کرتے ہیں کہ لوگوں کو خدا کی راہ سے روکیں تو یہ لوگ آئندہ بھی ایسے ہی خرچ کرتے رہیں گے پھر وقت آئے گا ان کیلئے صرف پچھتاوا ہوگا اور وہ مغلوب ہو جائیں گے۔''

مال خرچ کرنے کے ساتھ ہی قریش نے اپنے متعلقہ قبائل کو بھی ابھارنا شروع کیا اور اس غرض کیلئے عرب کے عام دستور کے مطابق شاعری کو ذریعہ بنایا۔ عرب کا ایک بہت ممتاز شاعر ابوعزہ عمر بن عبداللہ جمعی بدر کی جنگ میں قید ہو کر نبی اکرم ﷺ کے پاس گیا اور اس نے نبی اکرم ﷺ سے درخواست کی کہ میری کئی بیٹیاں ہیں اور میں مفلس ہوں لہذا آپ ﷺ نے اس کی بخشش کر دی۔ اسی شخص کو احد کے وقت مسلمانوں کے خلاف اپنی زبان استعمال کرنے کی دعوت دی گئی صفوان بن امیہ نے اسے لالچ دی کہ تمھاری بیٹیوں کی اپنی بیٹیوں کی طرح پرورش کروں گا علامہ طبری لکھتے ہیں:

فخرج ابو عزّہ یسیر فی تھامة، و ابی بن مالک بن کنانةیحرضھم و یدعوھم الی حرب رسول ﷺ (۳۳)

ترجمہ؛

''اس لالچ پر ابوعزہ نے تمام تہامہ کا دورہ کیا اور بنو کنانہ کو جنگ کی دعوت دی اسی طرح مسافع بن عبد مناف بن وھب بن حزافہ بنی مالک بن کنانہ کے پاس جا کر انھیں رسول ﷺ کے خلاف جنگ پر ابھارنے لگا۔''

قریش کی جنگی تیاریوں کی اطلاع آپ ﷺ کو حضرت عباسؓ کے ذریعے آپ ﷺ تک پہنچ گئی جو کہ اس وقت تک ابھی مسلمان نہیں ہوئے تھے مگر آپ ﷺ کے خیر خواہ تھے۔ مشرکین کا لشکر ایک فیصلہ کن ارادے سے مدینہ کی جانب چل پڑا واقدی نے لکھا ہے

''و خرجت قریش وھم ثلاثة الف بمن ضوی الیھم ، و کان فیھم من ثقیف مائة رجل و خرجوا بعدّة و سلاح کثیر، و قادو مائتی فرس کتب العباس ابن عبدالمطلب کتاباً و ختمه''(۳۴)

ترجمہ:

قریش، مکہ سے نکلے جن کے جلو میں تین ہزار تک سوار، پیادے اور دستے کوچ کر رہے تھے، دوسو گھوڑے سات سو زرہ پوش اور تین ہزار اونٹ تھے معرکے سے چند روز قبل ہی آپ ﷺ کے چچا عبدالمطلب نے اطلاع دے دی۔

قریش مکہ اپنے ساتھ پندرہ سو کے قریب خواتین بھی لائے تھے ان میں سالار اعظم ابوسفیان کی بیوی ہند بھی تھی مولانا شبلی مرحوم فرماتے ہیں؛

لڑائیوں میں ثابت قدمی اور جوش جنگ کا بڑا ذریعہ خاتون حرم تھیں، جس لڑائی میں خواتین ہوتیں، عرب جانوں پہ کھیل جاتے تھے کہ شکست ہوئی تو عورت بے حرمت ہوگی (۳۵)

آپ ﷺ کو حضرت عباسؓ کے ذریعے اطلاع مل چکی تو آپ ﷺ نے پہلے اس کی تصدیق کی۔

آنحضرت ﷺ کو جب خبر پہنچی تو آپ ﷺ نے پانچویں شوال ۳ھ کو دو خبر رسان جن کے نام انس اور مونس تھے خبر لانے کیلئے بھیجے انھوں نے آکر اطلاع دی کہ قریش کا لشکر مدینہ کے پاس آگیا ہے (۳۶)

اب اپنے دفاع کی تیاریاں شروع کر دی گئیں، شہر کے چاروں جانب پہرے لگا دیئے گئے، سعد بن معاذؓ اسید بن حضیرؓ اور سعد بن عبادہؓ نے مسلح ہو کر تمام رات مسجد نبوی کے دروازے پر پہرہ دیا۔

مشاورت و فیصلہ:

آنحضرت ﷺ نے مقابلہ کیلئے لائحہ عمل بذریعہ شوریٰ ترتیب دینے کیلئے تمام اصحاب رائے و فکر کو طلب کیا۔ آپ ﷺ کی رائے تھی کہ مدینہ کے اندر رہ کر مورچہ بندی کی جائے تاکہ جب وہ شہر میں داخل ہوں تو تو پوری طاقت سے ان پر حملہ کیا جائے۔ اسکا فائدہ یہ تھا کہ قریش چونکہ مدینہ کے اطراف و جوانب سے ناواقف تھے جبکہ مسلمان یہاں کے ایک ایک گوشے سے واقف تھے لہذا اندرون شہر جنگ کی صورت میں مسلمان زیادہ بہتر انداز سے اپنا دفاع کر سکتے تھے۔ آپ ﷺ کی اس رائے سے کبار صحابہ نے اتفاق کیا اور عبداللہ بن ابی سلول نے بھی آپ ﷺ کی تائید کی۔ لیکن بہت سے مسلمانوں نے اسکے متضاد رائے دی خصوصاً وہ لوگ جو جنگ بدر میں شرکت نہ کر سکے تھے، ان لوگوں کا خیال تھا اگر اندرون شہر لڑائی لڑی گی تو یہ مسلمانوں کے ضعف و کمزوری کی دلیل ہوگی لہذا آپ ﷺ ہمیں لے کر دشمن کے مقابلہ پر چلیں آپ ﷺ نے باہر جانے کی صورت میں شکست کا اندیشہ ظاہر کیا علامہ طبری لکھتے ہیں

قال رسول ﷺ للمومنین انی رآیت بقراً فآولتھا خیراً، ورایت فی ذباب سیفی ثلماً، ورآیت آنّی آدخلت یدیفید رع حصینۃ فآولتھا المدینۃ، فان رآیتم ان تقیموا بالمدینۃ وتدعوھم حیث نزلوا، فان رآیتم آن تقیموا بالمدینۃ وتدعوھم حیث نزلوا، فان آقاموا بشر مقام وان ھم دخلوا علینا قاتلناھم فیھا (۳۷)

ترجمہ:

رسول ﷺ نے مسلمانوں فرمایا، میں نے خواب میں گائے دیکھی ہے اور اسکی تعبیر اچھی ہے۔ میں نے اپنی تلوار کی دھار میں دندانے پڑے ہوئے دیکھے ہیں میں نے دیکھا ہے کہ میں نے اپنا ہاتھ مضبوط گرہ میں چھپالیا ہے اس سے میں نے تعبیر لی ہے کہ یہ زرہ مدینہ ہے۔ مناسب یہ ہے کہ تم مدینہ ہی میں ٹھہرے رہو اور قریش کو جہاں وہ آکر اترے ہیں، پڑا رہنے دو۔ اگر وہ وہاں زیادہ قیام کریں گے تو وہ بری جگہ قیام گے۔ اور اگر وہ ہم پر چڑھ کر مدینہ آئیں گے تو ہم ان سے لڑیں گے۔

آپ ﷺ کے ارشاد کو سننے کے باوجود یہ لوگ بضدر رہے کہ اندرونِ مدینہ کے بجائے باہر نکل کر مقابلہ کیا جائے

اور چونکہ یہ اکثریت کی رائے تھی اس لئے نہ چاہتے ہوئے بھی آپ ﷺ نے اسے تسلیم کیا کیونکہ آپ ﷺ نظامِ شوریٰ کو نظر انداز نہیں کرنا چاہتے تھے لہٰذا آپ ﷺ نے صحابہ کرام کو حکم فرمایا کہ باہر جانے کیلئے تیار ہو جائیں اور اپنی زرہ منگوا کر اسے زیب تن کیا۔ اسکے بعد لوگوں کو احساس ہوا اور ندامت ہونے لگی کہ ہم نے آپ ﷺ کی رائے کا احترام نہ کیا۔ اس خیال سے انھوں نے آپ ﷺ سے معذرت کی اور کہا کہ جو آپ ﷺ چاہیں اسی پر عمل کریں آپ ﷺ نے فرمایا

بعی لنبیّ ان یلبس لامته فیضعها حتی یقاتل (۳۸)

ترجمہ؛

کسی نبی کیلئے زیبا نہیں کہ جب وہ زرہ پہنے تو بغیر لڑے اسے اتار دے

بخاری شریف میں خواب کے متعلق روایت ہے کہ غزوہ احد کے بعد نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میں نے تلوار کو ہلایا اور اس سے اسکی دھار ٹوٹ گئی اس کی تعبیر مسلمانوں کے نقصان کی صورت میں ظاہر ہوئی جو غزوہ احد میں اٹھانا پڑا اس پھر دوبارہ تلوار کو ہلایا تو وہ اس سے زیادہ اچھی حالت میں ہو گئی اس کی تعبیر فتح اور مسلمانوں کے اتحاد و اجتماع کی صورت میں ظاہر ہو گئی میں نے اس خواب میں ایک گائے دیکھی تھی اور اللہ تعالیٰ کے تمام کاروبار براز حکمت ہوتے ہیں اسکی تعبیر وہ مسلمان تھے جو احد کی لڑائی میں شہید ہو گئے تھے،

اسلامی لشکر؛ قریش مکّہ کا سامنا

آپ ﷺ ایک ہزار جانثاروں کے ہمراہ عصر کے وقت مدینہ سے روانہ ہوئے۔ آپ ﷺ کے ہمراہ عبداللہ بن ابی سلول اور اسکے تین سو افراد بھی تھے جب یہ لشکر احد اور مدینہ کے درمیان مقام شوط تک پہنچا تو عبداللہ بن ابی سلول اپنے تین سو افراد کے ہمراہ واپس ہو گیا۔ اس واپسی کا جواز اس نے یہ پیش کیا کہ نبی اکرم نے ہماری رائے کو ترجیح کیوں نہ دی اس موقع پر ارشاد ربانی ہے

اذ همّت طائفتان منکم ان تفشلا (۳۹)

ترجمہ:

یاد کرو جب تم میں سے دو گروہ بڑی بزدلی دکھانے پر آمادہ ہو گئے تھے

ان سے مراد بنو حارثہ اور بنو سلمہ کے دو قبائل تھے جو عبداللہ بن ابی سلول کے ورغلانے پر ان کے ساتھ جانے پر آمادہ ہو گئے تھے مگر اللہ نے ہی رحم فرمایا اور وہ بچ گئے۔

اب مسلمانوں کے پاس سات سو کا لشکر تھا جب کہ مقابلے پر تین ہزار جنگجوؤں پر مشتمل فوج تھی جن کے پاس دو سو گھوڑے اور تین ہزار اونٹ تھے آپ ﷺ نے مغرب کے بعد اپنی فوج کا اچھی طرح معائنہ کیا اور فوج کے کمسن افراد کو بھی

واپس بھیج دیا۔

اب مسلمانوں کی فوج کوہ احد کی گھاٹی کے بالکل آخری سرے پر اس طرح صف آراء ہوئی کہ کوہ احد پشت پر تھا آپ ﷺ نے اصحاب کی صف بندی خالص حربی انداز سے کی۔مضبوط و توانا لوگوں کو آگے رکھا تا کہ پیچھے کے لوگ ہمت نہ ہاریں اور جوش وولولہ محسوس کریں۔آپ ﷺ نے ساتھیوں کی حوصلہ افزائی کی اور صبر و برداشت کی تلقین کی۔

پشت کی جانب سے حملے کا خدشہ تھا لہذا آپ ﷺ نے پچاس تیراندازوں کا ایک دستہ حضرت عبداللہ بن جبیرؓ کی سرکردگی میں کوہ احد کے عقب میں ایسی جگہ کھڑا کیا جہاں سے دشمن کے اقدام کو روکا جا سکتا تھا ان تیراندازوں کے باعث عقب بالکل محفوظ ہو گیا تھا نبی اکرم ﷺ نے ان تیراندازوں کو سختی سے حکم دیا کہ چاہے مسلمانوں کی فتح بھی ہو جائے تب بھی آپ نے اپنی جگہ سے نہیں ہلنا ہے

قال لا تبرحوا ان رآیتمونا ظھرنا علیھم فلا تبرحوا وان رآیتموھم ظھرو علینا فلا تعینونا (۴۰)

ترجمہ:

قریش کو بدر میں مسلمانوں کی حربی حکمت عملی کا اندازہ ہو چکا تھا لہذا اب انھوں نے بھی نہایت ترتیب سے صف آرائی کی" سواروں کا دستہ صفوان بن امیہ کی کمان میں تھا جو قریش کا مشہور رئیس تھا، تیراندازوں کے دستے الگ تھے جن اکافسر عبداللہ بن ابی ربیعہ تھا" (۴۱)

سب سے پہلے مدینہ منورہ کا ایک مقبول شخص ابو عامر سامنے آیا اس کا تعلق قبیلہ اوس سے تھا اور یہ مدینہ سے آکر مکہ بس گیا تھا۔اس لیے اسے پورا یقین تھا کہ میرے ہم قوم مجھے دیکھتے ہی نبی اکرم ﷺ کا ساتھ چھوڑ دیں گے لہذا اس نے میدان میں آکر پکارا مجھ کو پہچانتے ہو؟ میں ابو عامر ہوں۔انصار نے کہا، ہاں او بدکار! ہم تجھ کو پہچانتے ہیں خدا تیری آرزو برنہ لائے ،، (۴۲)

اس کے بعد باقاعدہ جنگ کا آغاز ہوا مسلمان دیوانہ وار آگے کی جانب بڑھے جا رہے تھے اس جنگ میں حضرت ضمزہؓ وحشی کے ہاتھوں شہید ہو گئے۔وحشی ایک حبشی غلام تھا اس کے آقا نے وعدہ کیا کہ اگر وہ حمزہؓ کو قتل کر دے تو آزاد کر دیا جائے گا وہ حضرت حمزہؓ کی تاک میں تھا، حضرت حمزہؓ برابر آئے تو اس نے ایک چھوٹا سا نیزہ جس کو مربہ کہتے ہیں اور جو حبشیوں کا خاص ہتھیار ہے۔پھینک کر مارا جو ناف کے پار ہو گیا حضرت حمزہؓ نے حملہ کرنا چاہا لیکن وہ لڑکھڑا کر گر پڑے اور روح پرواز کر گئی (۴۳)ا

اس شہادت سے مسلمانوں کو شدید جھٹکا لگا لیکن ان کے عزم وثبات واستقلال میں ذرا بھی فرق نہ آیا اور وہ برابر لڑائی میں مشغول رہے مشرکین کا لشکر ایک ہاتھ سے دوسرے ہاتھ میں جاتا رہا ابو عامر کا بیٹا حضرت حنظلہؓ اسلام قبول

کر چکا تھا مگر اسے آپ ﷺ نے اپنے باپ پر تلوار اٹھانے کی اجازت نہ دی آپ ﷺ نے میدان جنگ میں بھی اس بات کو گوارہ نہ کیا کہ بیٹا باپ پر تلوار اٹھائے۔

حضرت حنظلہؓ نے اب ابوسفیان پر حملہ کیا اور قریب تھا کہ ابوسفیان کا کام تمام ہو جائے کہ شداد بن الاسود نے پلٹ کر ان پر حملہ کیا اور انھیں شہید کر دیا تاہم لڑائی کا پلہ ابھی تک مسلمانوں کی جانب ہی تھا قریش کے خاص گروہ بنی عبدالدار کے نو افراد مارے گئے اور بے پناہ حملوں سے قریش منتشر ہو گئے ان کی فوج کے پاوں اکھڑ گئے اور وہ بھاگ کھڑے ہوئے مسلمانوں نے ان کا تعاقب کیا لیکن وہ بہت دور نکل چکے تھے۔قریش اب پسپا ہو چکے تھے اور مسلمانوں کو اپنی فتح کا یقین ہو چکا تھا لہذا اب ان کو غنیمت کا خیال پیدا ہوا اور وہ اسے سمیٹنے میں مشغول ہو گئے یہ صورت دیکھکر پشت کی جانب مقرر محافظ بھی غنیمت کی جانب بڑھے

حضرت عبداللہ بن جبیرؓ نے بہت روکا مگر وہ نہ رکے (۴۴)

ان کی رائے یہی تھی کہ اب چونکہ مقصد حاصل ہو چکا ہے لہذا یہاں ٹھہرنا بے کار ہے چنانچہ انھوں نے نبی اکرم ﷺ کی ہدایت کو بھی فراموش کر دیا اور اپنی جگہ چھوڑ دی صرف دس افراد اپنی جگہ سے نہیں ہلے جنھیں خالد بن ولید نے بڑی آسانی سے پسپا کر کے قریش کو پکارا کہ میں نے عقب سے گھیرا ڈال لیا ہے یہ صدا سنتے ہی قریش کا شکست خوردہ لشکر تیزی سے پلٹا اور حملہ آور ہو گیا۔مسلمان جو کہ مال غنیمت اکھٹا کرنے میں مصروف تھے، اچانک گھیرے میں آ چکے تھے اب ان کیلئے اپنا دفاع بھی دشوار ہو گیا تھا۔بدحواسی میں دونوں فوجیں یوں گھتم گھتا ہوئیں کہ خود مسلمانوں کے ہاتھوں مسلمان مارے گئے۔یہ بالکل غیر متوقع صورت حال تھی اور اب نبی اکرم ﷺ کے پاس مسلمانوں کی بہت تھوڑی تعداد رہ گئی تھی مشرکین میں سے کسی ایک نے ایک پتھر آپ ﷺ پر پھینکا جو آپ ﷺ کے چہرہ مبارک پر جا لگا آپ ﷺ کی ناک مبارک زخمی ہو گئی اور دندان مبارک شہید ہو گئے۔

ترجمہ؛

آپ ﷺ اپنے منہ سے خون پونچھتے جاتے اور فرماتے تھے کہ جس قوم نے اپنے نبی کا چہرہ خون سے رنگین کیا ہو وہ کیونکر فلاح پا سکتی ہے (۴۵)

اس موقع پر آئۂ مبارکہ نازل ہوئی

لیس لکَ من الا مر شی (۴۶)

ترجمہ:

فیصلہ کے معاملہ میں تمھارا کوئی دخل نہیں

اب جانثاروں نے آپ وکو گھیرے میں لے لیا حضرت ابودجانہؓ آپ ﷺ پر جھک گئے اب جو بھی تیر آتا ان

کی پیٹھ پر جا لگتا حضرت طلحہؓ نے تلواروں کو ہاتھ پر روکا۔ بے درد قوم آپ پر حملہ میں مصروف تھی اور آپ کی زبان پر یہ الفاظ تھے:

رب اغفر قومی فانّھم لا یعلمون (۴۷)

ترجمہ:

اے اللہ میری قوم کو بخش دے یہ بے علم ہیں

بدحواسی کا یہ عالم تھا کہ اپنے پرائے کی تمیز نہ رہی حضرت حزیفہؓ کے والد پر اس کشمکش میں مسلمانوں کی تلواریں برس پڑیں اس عالم میں بھی حضرت حزیفہؓ نے پوری قوم کے لئے دعا کی اور فرمایا

یغفر لکم (۴۸)

اللہ تم کو بخش دے

اس ہلچل واضطراب میں سے سب سے پریشان کن بات یہ تھی کہ نبی اکرم ﷺ کی کوئی خبر نہ مل رہی تھی اور ہر جانب یہ افواہ پھیل گئی کہ آپ ﷺ شہادت پا گئے ہیں۔

ترجمہ: مصعبؓ شکل اور وضع قطع میں رسول ﷺ سے مشابہ تھے اسی بناء پر ابن تیمیہ نے یہ دعوی کیا کہ وہ محمد ﷺ کو قتل کر آیا ہے۔(۴۹)

اس خبر کے پھیلتے ہی مسلمانوں کے حوصلے جواب دے گئے،

ترجمہ:

حضرت انسؓ کے چچا ابن نضر لڑتے بھڑتے موقع سے آگے نکل گئے۔ دیکھا کہ حضرت عمرؓ نے مایوس ہو کر ہتھیار پھینک دیے، پوچھا یہاں کیا کرتے ہو؟ بولے اب لڑ کر کیا کریں گے رسول ﷺ نے تو شہادت پالی ابن نضر نے کہا ان کے بعد ہم جی کر کیا کریں گے یہ کہہ کر فوج میں گھس گئے اور لڑ کر شہادت پائی۔(۵۰)

سورہ آل عمران میں ارشاد باری تعالیٰ ہے

و ما محمد الا رسول قد خلت من قبله الرّسل أفَان مات او قتل انقلبتم علىٰ أعقابكم (۵۱)

ترجمہ:

محمد اس کے سوا کچھ نہیں کہ اللہ کے رسول ہیں ان سے پہلے بھی رسول گزر چکے ہیں پھر اگر وہ مر جائیں یا قتل کر دیئے جائیں تو کیا تم الٹے پاوں پھر جاو گے۔

ابوالاعلی مودودی لکھتے ہیں کہ

اس حالت میں منافقین نے یہ کہنا شروع کر دیا تھا کہ چلو عبداللہ بن ابی سلول کے پاس چلیں تا کہ وہ ابوسفیان

سے ہمارے لئے امان لے دے۔اور بعض نے یہاں تک کہہ دیا کہ اگر محمد اللہ کے رسول ہوتے تو قتل کیسے ہوتے چلو اب دین آبائی کی طرف لوٹ چلیں انھیں باتوں کے جواب میں ارشاد ہو رہا ہے کہ اگر تمھاری حق پرستی محض محمد ﷺ کی شخصیت سے وابستہ ہے اور تمھارا اسلام ایسا سست بنیاد ہے کہ محمد ﷺ کے دنیا سے رخصت ہوتے ہی تم اسی کفر کی جانب پلٹ جاو گے جس سے نکل آئے ہو تو اللہ کے دین کو تمھاری ضرورت نہیں ہے (۵۲)

جانثاران خاص ابھی بھی مایوس نہیں ہوئے تھے اور لڑائی جاری رکھی ساتھ ہی ان کی نظریں نبی اکرم کو ڈھونڈ رہی تھیں۔اچانک حضرت کعبؓ کی نظر آپ ﷺ پر پڑی اور انھوں نے پکار کر سب مسلمانوں کو یہ خوش خبری سنائی۔آپ ﷺ گھاٹی کی جانب چلے ابوبکرؓ، عمرؓ، علیؓ، طلحہ بن عبیداللہ، زبیر بن العوامؓ،اور بعض دوسرے صحابہ کرام آپ ﷺ کے ساتھ تھے، پہاڑ کی چوٹی تک پہنچ گئے۔ابوسفیان نے سامنے کی پہاری پر چڑھ کر آپ ﷺ کو پکارا جواب نہ ملا تو حضرت ابوبکر اور حضرت عمرؓ کو پکارا یہاں سے بھی جواب نہ ملا تو پکار اٹھا کہ سب مارے گئے ہیں حضرت عمرؓ سے ضبط نہ ہو سکا اور بول اٹھے

یا عدّو اللہ ابقی اللہ علیک ما یخزنکَ (۵۳)

ترجمہ:

اے دشمن خدا ہم سب زندہ ہیں

ابوسفیان نے کہا کہ آج کا دن بدر کے دن کا جواب ہے۔اور یہ کہ فوج کے لوگوں نے مسلمانوں کے مردوں کے ناک کان کاٹ لئے اگر چہ میں نے انھیں اس کا حکم نہیں دیا لیکن مجھے کوئی رنج بھی نہیں ہوا

جب دونوں فوجیں میدان سے الگ ہوئیں تو مسلمان زخموں سے چور تھے اور ان کے ستر آدمی مارے جا چکے تھے اتنے ہی افراد بدر کے میدان میں کفار کے مرے تھے چنانچہ قرآن مسلمانوں سے یوں مخاطب ہے

او لمّا اصابتکم مصیبة قد اصبتم مثلیھا.قلتم انّی ھذاقل ھو من عنداللہ انفسکم (۵۴)

ترجمہ؛

اور یہ تمھارا کیا حال ہے؟ کہ جب تم پر مصیبت پڑی تو تم کہنے لگے کہ یہ کہاں سے آئی؟ حالانکہ اس سے دگنی مصیبت تمھارے ہاتھوں (فریق مخالف) پر پڑ چکی ہے۔کہو کہ مصیبت تمھاری اپنی لائی ہوئی ہے۔

گویا یہ مصیبت تمھاری اپنی کمزوریوں اور غلطیوں کا نتیجہ ہے۔تم نے صبر کا دامن چھوڑا،تقوی کے خلاف کام کیا اور مال کی طمع میں مبتلا ہو کر امیر کے حکم کی خلاف ورزی کی،اور اب کہتے ہو کہ شکست کیوں ہوئی۔

نتائج:اسباب

جنگ احد میں مسلمانوں کو جو حزیمت اٹھانی پڑی اس میں منافیقین کی تدبیروں کا بڑا عمل دخل ہے لیکن ساتھ ہی مسلمانوں کی اپنی بھی کچھ کوتاہیاں اور کمزوریاں تھیں کیونکہ اپنے عقیدہ و مسلک کی حمایت میں لڑنے کا ابھی دوسرا ہی موقع تھا اس لئے انھوں نے بہت جلد صبر و تقوی کا دامن ہاتھ سے چھوڑ دیا، اور یہی صبر مومن کی کنجی اور تقوی مومن کی فتح ہے جس پہلو تہی کے باعث مسلمانوں کو فتح حاصل ہو جانے کے بعد حزیمت اٹھانی پڑی مولانا ابوالکلام آزاد صبر کی تعریف میں لکھتے ہیں:

صبر سے مقصود یہ ہے کہ مشکلات و مصائب کا مقابلہ ہمت و ثابت قدمی کے ساتھ کیا جائے۔ تقوی سے مراد ہے کہ احتیاط و پرہیز گاری کی روح پیدا ہو۔ جنگ بدر کے موقع پر یہ دونوں قوتیں موجود تھیں اس لئے مسلمانوں کی مٹھی بھر تعداد نے دشمن کی بڑی تعداد کو شکست دیدی، لیکن احد کے میدان میں مسلمانوں کے ایک گروہ نے کمزوری دکھائی وہ صبر و تقوی کی آزمائش میں پورا نہ اترا نتیجتاً نقصان ہوا (۵۵)

دوسرا سبب یہ ہوا کہ کل ایک ہزار کے لشکر میں سے تین سو منافقین ابتدا میں ہی الگ ہو گئے اور جو سات سو افراد باقی تھے ان میں بھی منافقین کی ایک پارٹی شامل تھی جو مار آستین ثابت ہوئی ان لوگوں نے ذرا سی آمائش میں ہی اپنا اصل روپ دکھانا شروع کر دیا اور واپس قریش کی جانب پلٹنے کی تیاریاں کرنے لگے ارشاد باری تعالیٰ ہے

یأیها الّذین اٰمنوا ان تطیعوا الّذین کفروا یردو کم علیٰ أعقابکم فتنقلبوا خسرین (۵۶)

ترجمہ: اے لوگو جو ایمان لائے ہو اگر تم ان لوگوں کے اشارہ پر چلو گے جنھوں نے کفر کی راہ اختیار کی تو وہ تم کو الٹا پھیر دیں کے اور تم نامراد ہو جاو گے نبی اکرم ﷺ نے جس گھاٹی پر تیر اندازوں کی یہ جماعت مختص کی تھی وہ بڑی اہمیت کی حامل تھی اسی لئے آپ ﷺ نے ان لوگوں کو خصوصی ہدایت فرمائی کہ کسی بھی صورت میں اپنی جگہ سے نہیں ہلنا۔ لیکن مسلمانوں کی فتح کو دیکھ کر وہ لوگ اس ہدایت کو بھلا بیٹھے اور ان کی اسی بھول کا دشمن نے فائدہ اٹھایا جس سے میدان کا نقشہ بدل کر رہ گیا ارشاد الٰہی نازل ہوا کہ

و ما کان لنبی انّ یّغلّ (۵۷)

ترجمہ:

کسی نبی کا یہ کام نہیں ہو سکتا کہ وہ خیانت کرے

اس کی وضاحت میں مولانا مودودی نے لکھا ہے کہ

ارشاد الٰہی کا مطلب یہ ہے کہ جب تمھاری فوج کا کمانڈر خود اللہ کا نبی تھا اور سارے معاملات اس کے ہاتھ میں تھے تو تمھارے دل میں یہ اندیشہ کیسے ہوا کہ نبی کے ہاتھ میں تمھارا مفاد محفوظ نہ ہو گا (۵۸)

اس غزوہ میں یہ ثابت ہو کہ کمانڈر کے آرڈر کی بے چوں و چرا تعمیل جنگی ضابطہ اخلاق میں سب سے بڑی چیز

ہے اسے بجا طور پر عسکری روح سے تعبیر کیا جا سکتا ہے۔ گویا احد میں حسبِ توقع نتائج برامد نہ ہونے کا سبب ڈسپلن کی خلاف ورزی تھا۔ اور اس میں مسلمانوں کیلئے ایک سبق بھی پوشیدہ تھا تا کہ وہ آئندہ اس طرح کی غلطی کے مرتکب نہ ہوں۔

ماحصل: Conclusion

غزوہ احد صرف میدان کی جنگ نہ تھی بلکہ یہ قلب وضمیر کی جنگ تھی اس جنگ کا میدان بہت وسیع تھا، یہ میدان تھا نفس انسانی کا، اسکے تصورات و جذبات کا، اسکے مفادات اور خواہشات کا۔ یہاں پہلے مسلمانوں کو فتح ہوئی، پھر شکست ہوئی اور اس فتح وشکست کے بعد پھر عظیم الشان فتح حاصل ہوئی۔ یہ فتح تھی ان حقائق کے ادراک کی، جنھیں قرآن نے روشن کیا۔ مسلمانوں میں موجود منافقین بڑی حد تک مخلص مسلمانوں سے متمیز ہو گئے یوں قول وفعل اور فکر وعمل کی روش میں نفاق اور مخلصانہ ایمان کی صفات وعلامات واضح ہو کر سامنے آگئیں اس موقع پر اور بھی بہت سی باتیں مسلمانوں کے سامنے آگئیں۔ مثلاً معرفت حق کی استعداد، یکسوئی واخلاص، تنظیم کی صلاحیت، اطاعت واتباع کا التزام، فتح وشکست، موت وحیات ہر معاملہ میں اللہ پر کامل بھروسہ اور تمام امور کو اسی سے وابستہ اور اسی کے حوالے کرنا

اس جنگ میں مسلمانوں کی صف میں جو نقائص، کمزوریاں، بگاڑ اور کھوٹ سامنے آئے اور نتیجہ میں انھیں ناکامی کا سامنا کرنا پڑا اسکے پیچھے جو خدائی تدبیر تھی اس میں مسلمانوں کیلئے خیر ہی خیر تھی۔ اس سے امت مسلمہ کو عبرت و موعظت، تربیت، بیداری، پختگی، منافق اور صادق الایمان لوگوں میں فرق، اور نظم وضبط کے فوائد کی آگاہی حاصل ہوئی اور بعد کے لئے تجربات، حقائق اور ہدایت کا باقی وقائم رہنے والا سلسلہ قائم ہوا۔

اسلامی تحریک میں جنگی معرکہ صرف ہتھیاروں، سواروں، پیادوں، ساز وسامان اور جنگی تدابیر کا معرکہ نہیں ہوتا بلکہ بلکہ اس معرکہ کا گہرا اور مضبوط تعلق وربط دل کی صفائی، خلوص و یکسوئی سے ہے اور معرکہ جنگ میں اسی وقت فتح سے ہمکنار ہوا جا سکتا ہے جب کہ فکر وشعور اور اخلاق کے معرکوں میں فتح حاصل ہو جائے چنانچہ ارشاد الٰہی نازل ہوا:

انّ الّذین تولّوا منکم یوم التقی الجمعٰن انّما استزلّھم الشیطن ببعض ما کسبواء و لقد عفا اللہ عنھم انّ اللہ غفور رحیم (۵۹)

ترجمہ:

تم میں سے جو لوگ، اس دن جب دو گروہوں میں جنگ ہوئی تھی پیٹھ پھیر گئے تھے حقیقت یہ ہے کہ شیطان نے ان کے قدم ڈگمگا دئے تھے اللہ نے انھیں معاف کر دیا۔

اس آیۃ میں ان تیراندازوں کی جانب اشارہ ہے جن کے نفوس تھوڑی دیر کو بہک گئے تھے

یہاں خدا اس امۃ کی تربیت فرما رہا تھا جو ابھی انسانیت کی قیادت کیلئے تیاری کے اولین مرحلے میں تھی اس لئے

فراخی ونرمی سے آزمانے کے بعد شدید حالات سے اس کی آزمائش کی گئی، فتح وشکست دونوں میں ہی آزمائش مقصود تھی ۔یقیناً اللہ سبحانہ تعالیٰ اس بات پر قادر تھا کہ اپنے نبی، اپنی دعوت، کو پہلے ہی لمحہ فتح سے نواز دیتا لیکن معاملہ فتح وشکست کا نہیں بلکہ امت کی تربیت کا تھا۔ کیونکہ یہ امت انسانیت کی قیادت کیلئے تیار کی جارہی تھی لہذا یہ قیادت راشدہ اس بات کی متقاضی تھی کہ اسکے قائدین اعلیٰ استعداد کے حامل ہوں ۔اس قیادت کا اوّلین تقاضا کردار کی مضبوطی، حق پر ثبات، استقامت اور مشکلات پر صبر ہے۔

احد کے بعد کی جنگی سرگرمیاں:

احد کے معرکے میں اہلِ مکہ نے مسلمانوں کو ابتلا کا شکار دیکھا تو انھوں نے اس موقع کو غنیمت سمجھتے ہوئے ایک بار پھر پلٹ کر مدینہ منورہ پر کاری ضرب لگانے کی ٹھانی چنانچہ ۵ شوال ۳ھ کو کفار اس غرض کیلئے روانہ ہوئے ۔مسلمانوں کو اس کی خبر ہوگئی کہ کفار واپسی کا ارادہ رکھتے ہیں ۔اب صحابہ کرام آپ ﷺ کی رہنمائی میں ایک با پھر ایک نئے جوش وولولے کے ساتھ مقابلے کیلئے روانہ ہوئے اور شدید تکلیف کے باوجود جس طرح اللہ اور رسول وکی فرمانبرداری کا راستہ اختیار کیا اسکا ذکر اللہ رب العزت نے یوں فرمایا:

فتنقلبوا بنعمة من الله ِو فضل لم يمسسهم سوئواُ واتبعوا رضوان اللّه والله ذو فضل عظيم (٦٠)

ترجمہ:

پھر وہ خدا کی نعمتوں سا اور اسکے فضل کے ساتھ (خوش وخرم) واپس آئے ان کو کسی طرح کا ضرر نہ پہنچا

آپ ﷺ نے مدینہ منورہ سے آٹھ میل دور مقام حمرا سد تک دشمن کا تعاقب کیا اور وہیں تین دن تک قیام فرمایا اسی باعث یہ غزوہ حمرا الاسد کہلایا۔ ابوسفیان قبیلہ خزاعہ کے رئیس کے کہنے پر راستے سے ہی پلٹ گیا یوں بغیر کسی معرکہ آرائی کے آپ ﷺ مدینہ واپس لوٹ آئے

غزوہ بنی نضیر:

صفر ۴ھ میں مسلمانوں کی ستر افراد پر مشتمل ایک جماعت دعوت اسلامی کے لئے اہلِ نجد کی طرف روانہ کی گئی ۔اس جماعت کو بنی عامر کی زمین بیئر معونہ کے مقام پر عامر بن طفیل نے دیگر قبائل کے ساتھ مل کر گھیرا اور قتل کر ڈالا ۔ایک صحابی عمرو بن امیہ عامر بن طفیل کی قید میں چلے گئے لیکن جب عامر بن طفیل کو اس کی خبر ہوئی کہ عامر بن طفیل کا تعلق قبیلہ بنی سعد سے ہے تو اس نے عمرو بن امیہ کو چھوڑ دیا رہائی پانے کے بعد آپ واپس جارہے تھے کہ راستے میں قرقرہ کے مقام پر آپ نے بنی عامر کے دو افراد کو مار ڈالا چونکہ وہ بنی عامر کے ساتھ کسی قسم کے معائدے سے بے خبر تھے ۔جب آپ ﷺ کو

اس قتل کی خبر ہوئی تو آپ ﷺ نے فرمایا

لقد قتلت قتلتین لأدیتهّما (٦١)

ترجمہ:

تم نے ایسے دو افراد کو قتل کیا ہے جن کی دیت مجھے ضرور دینی ہے

آپ ﷺ ان افراد کی دیت کے بابت تعاون حاصل کرنے کی غرض سے بنی نضیر کے پاس گئے جنھوں نے آپ ﷺ کو مدد کا پورا یقین دلایا مگر پس پردہ آپ ﷺ کے قتل کی سازش شروع کر دی ابن اثیر نے لکھا ہے کہ ان کے سردار نے کہا

من یعلوا لهذا البیت فیلقی علیه صکرة فیقتله و یریحنا منه ؟(٢٦)

ترجمہ

کون شخص یہ کام کرے گا کہ گھر کے اوپر جائے اور وہاں سے آپ ﷺ کے اوپر پتھر کی چٹان گرادے اور یوں ہم کو ان سے نجات دلائے

عمرو بن جحاش نامی ایک یہودی نے خود کو اس کام کیلئے پیش کیا۔ آپ ﷺ کو ان کی حرکات و سکنات سے کچھ شک پیدا ہوا لہذا آپ ﷺ کسی حاجت کے بہانے وہاں سے اٹھے اور تن تنہا مدینہ واپس لوٹ گئے آپ ﷺ نے صحابہ کرام سے فرمایا کہ یہودیوں نے میرے قتل کا ارادہ کر رکھا تھا مگر اللہ تعالیٰ نے مجھے ان کے منصوبے سے باخبر کر دیا۔ آپ ﷺ نے محمد بن مسلمہ کو اپنے حضور طلب کیا اور فرمایا

اذاهب الیٰ یهود فقل لهم اخرجوا من بلادی فلا شهاکنونی و قد هممتم بما هممتم به من القدر (٦٣)

ترجمہ:

یہودیوں سے جا کر کہو کہ چونکہ تم نے مجھ سے بے وفائی کرنا چاہی اس لئے اب میرے علاقے سے نکل جاو اور میرے قریب نہ رہو یہودی نقضِ عہد کے مرتکب ہوئے تھے کیونکہ انھوں نے اپنے فریقِ معائدہ اور اسلامی ریاست کے صدر کو قتل کرنے کی سازش کی تھی جو کھل کر سامنے آگئی اسکے بعد آپ ﷺ نے ان کو دس دن کا نوٹس دیا کہ اس مدت میں مدینہ چھوڑ کر نکل جاو ورنہ جنگ کیلئے تیار ہو جاو یہ نوٹس قرآن حکیم کے اس حکم کے مطابق تھا

و امّا تخافنّ من قومٍ خیانة فانبذاالیهم علیٰ سوأءِ انّ اللّٰه لا یحب الخآئنینَ (٦٤)

ترجمہ:

اور اگر کسی قوم سے دغا بازی کا خوف ہو تو (انکا عہد) انھیں کی طرف پھینک دو (اور برابر کا جواب دو کچھ شک

نہیں کہ خدا دغا بازوں کو دوست نہیں رکھتا

بنی نضیر کو اپنے قلعہ کے استحکام پر بہت فخر تھا اور خود کو ہر لحاظ سے محفوظ سمجھتے تھے چنانچہ حیٰ بن اخطب نے جدی بن اخطب کو آپ ﷺ کے پاس اس پیغام کے ساتھ بھیجا کہ

انا لا نریم دارنا فا صنع ما بدئکَ (٦٥)

ترجمہ: ہم تو اپنے وطن سے نہیں نکلتے اب تم سے جو ہو سکے کرو

اس پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہودیوں نے اعلانِ جنگ کر دیا ہے۔ چنانچہ آپ ﷺ اصحاب کے ہمراہ انکی طرف بڑھے اور بنی نضیر کے میدان میں نمازِ عصر ادا کی۔ محاصرہ پندرہ روز تک رہا اس کے بعد انھوں نے اس شرط پر صلح کر لی کہ انھیں قتل نہ کیا جائے اور تمام مال و اسلحہ بلا شک لے لیا جائے مگر آپ ﷺ نے ان سے جلا وطنی کی شرط پر صلح قبول کی اور انھیں اجازت دی کہ اسلحہ کے علاوہ جتنا وزن اونٹ لاد سکیں وہ لے جائیں جبکہ ابن سعد کا بیان یوں ہے کہ:

قبض رسول ﷺ الأموال وال حلقة (٦٦)

ترجمہ:

آپ ﷺ نے ان کے مالوں اور زرہوں پر قبضہ کر دیا

ابن سعد نے لکھا ہے کہ وہ جلاوطنی پر راضی ہو گئے اور کہا کہ؛

أن یجلیھم و یکف عن دمائھم علیٰ أن لھم ما حملت اِلاھل من الاموال الاالسلاح فأ جا بھم الیٰ ذالکَ (٦٧)

ترجمہ:

کہ اتنی اجازت دی جائے کہ جو مال و اسباب ہتھیاروں کے علاوہ وہ اپنے اونٹوں پر لاد سکیں اپنے ساتھ لے جائیں آپ ﷺ نے ان کی درخواست کو قبول فرمایا مولانا ابوالاعلیٰ مودودی نے تفہیم القرآن میں لکھا ہے کہ؛

''رسول سے انھوں نے اس شرط پر صلح کی کہ ہماری جانیں بخش دی جائیں اور ہمیں اجازت دی جائے کہ ہتھیاروں کے علاوہ جو کچھ بھی ہم اٹھا کر لے جا سکتے ہیں لے جائیں، تو چلتے ہوئے وہ دروازے اور کھڑکیاں اور کھونٹے تک اٹھا کر لے گئے حتیٰ کہ بعض لوگوں نے شہتیر اور لکڑی کی چھتیں تک اپنے اونٹوں پر لاد دیں''۔(٦٨)

اس محاصرے کے دوران بنی نضیر، بنی قریظہ اور منافقین نے مسلمانوں پر الزام عائد کیا اور واویلا کیا کہ فساد سے منع کرنے والے مسلمانوں نے ہرے بھرے درختوں کو کیوں کاٹ ڈالا، کیونکہ محاصرے میں دشواری کے باعث مسلمانوں نے بنی نضیر کی بستی کے اطراف میں واقع نخلستان سے درخت کاٹ ڈالے تھے البتہ جو درخت فوجی نقل و حمل میں حائل نہ تھے ان کو کھڑا رہنے دیا۔ اس بابت قرآن کا حکم یوں ہے

ترجمہ؛

لیکن جنگی ضرورت کے پیشِ نظر اگر دشمن کے خلاف لڑائی کامیاب کرنے کی خاطر کوئی تخریب ناگزیر ہو اور اس کے علاوہ کوئی حل نہ ہو تو وہ جائز ہے((۶۹)

غزوہ بنی نضیر میں مشرکین کے اعتراض کے بابت قرآن میں جواب موجود ہے

ما قطعتم مّن لّینة او ترکتموها قآئِمة علیٰ اصولها فباذن الله و لیخزی الفسقین (۷۰)

ترجمہ:

(مومنو) کھجور کے درخت تم نے کاٹ ڈالے یا ان کو اپنی جڑوں پر کھڑا رہنے دیا، سو خدا کے حکم سے تھا اور مقصود یہ تھا کہ وہ نافرمانوں کو رسوا کرے

غزوہ ذات الرقاع:

غزوہ بنی نضیر کے بعد ربیع الاول کا زمانہ مدینہ میں بسر کرنے کے بعد آپ ﷺ ایک بار پھر غطفان کے قبائل بنو محارب اور بنو ثعلبہ سے مقابلہ کیلیئے نجد روانہ ہوئے چونکہ ان قبائل کی جانب سے سرکشی کی اطلاعات آ رہی تھیں ابن سعد نے لکھا ہے

قدم قادم المدینة بحلب له فأخبر أصحاب رسول ﷺ أن أنماراً وثعلبه قد جمعوا الهم الجموع (۷۱)

ترجمہ:

کوئی شخص مدینہ میں اپنا مال تجارت لایا اس نے آپ ﷺ کے اصحاب کو خبر کر دی کہ انمار و ثعلبہ نے مقابلے کیلیئے کچھ گروہ جمع کیئے ہیں۔

چنانچہ آپ ﷺ چار سو صحابہ کرام کے ہمراہ ذات الرقاع تک تشریف لے گئے وہاں غطفان کی بڑی جمعیت سے آپ ﷺ کا سامنا ہوا مگر لڑائی نہ ہو سکی اور طرفین اپنی اپنی جگہ کھڑے رہے

اس غزوہ کی وجہ تسمیہ ابن کثیر نے یوں بتائی ہے

سمیت بذلک لأجل جبل کانت الوقعه فیه سواد و بیاض و حمزه (۷۲)

ترجمہ؛

یہاں ایک پہاڑ ہے جس کے حصے سیاہ و سفید، اور لال تھے

اس غزوہ کے بابت مؤرخین میں اختلاف رائے پایا جاتا ہے، ابن سعد کے مطابق یہ ہجرت کے ستائیسویں ماہ

محرم میں پیش آیا۔جبکہ ابن اثیر کے مطابق ربیع الاول، ابن کثیر نے بھی جمادی اوّل کے بعد کا واقعہ قرار دیا۔طبری نے بعد جمادی الاول کا زمانہ بتایا ہے اور واقدی کا بیان ہے کہ محرم ۵ ھ کا ہے

ابن ہشام نے لکھا ہے:

انما قیل لها غزوۃ ذات الرقاع مالأنهم رقعوا فیها رایاتهم (۷۳)

ترجمہ:

اسے ذات الرقاع اس لئے کہا جاتا ہے کہ اس غزوے کے وقت جھنڈوں میں پیوند لگائے گئے تھے۔
بہرحال اس غزوہ میں بھی باہم مقابلہ نہ ہوا لہذا اسے کسی جنگ کہ زمرے میں شامل نہیں کیا جاسکتا۔

غزوہ بدر ثانی:

ذات الرقاع سے واپسی کے بعد آپ ﷺ رجب کے مہینے تک مدینہ میں رہے اور شعبان کے آغاز میں مقامِ بدر کی جانب روانہ ہوئے۔ کیونکہ جنگ احد میں لڑائی کے بعد ابوسفیان نے کہا تھا کہ آئندہ لڑائی بدر میں ہوئی چنانچہ آپ و تقریباً ایک ہزار لشکر کے ہمراہ وہاں پہنچے اور آٹھ روز تک ابوسفیان کا انتظار کیا جبکہ ابوسفیان دو ہزار سے متجاوز سالار فوج کے ہمراہ ظہران کے ایک جانب مقام مجنہ تک پہنچا اور وہیں رک کر قریش سے خطاب کیا کہ

"یا معشر قریش، انه لا یصلحکم الّا عام خصیب ترعون فیه الشّجر ، و تشربون فیه اللبن ، و انّ عامکم هذا عام جدب ، و انی راجع ، فارجعوا"(۷۴)

ترجمہ:

اے گروہ قریش ہریالی اور شادابی کا سال ہی تمھارے لئے بہتر رہ سکتا ہے اس میں تم اونٹوں کو درختوں کے پتے بھی کھلاسکو گے اور ان کا دودھ بھی پی سکو گے یہ سال تو قحط کا سال ہے اس لئے میں واپس ہو رہا ہوں تم بھی واپس چلو

آٹھ دن کے انتظار کے بعد مسلمان بھی واپس ہولئے اس کا ایک فائدہ یہ ہوا کہ مدینہ کے اندر اور باہر ہر جانب جنگ احد کے اثرات ہزیمت پوری طرح محو ہو گئے

غزوہ دومۃ الجندل:

مسلمانوں سے مقابلہ کی غرض سے دومۃ الجندل کے مقام پر جمع گروہ کو منتشر کرنے کی غرض سے نبی اکرم ﷺ ربیع الاول ۵ ھ کو روانہ ہوئے لیکن مسلمانوں کے مروجہ مقام پر پہنچنے سے پہلے ہی مخالفین کا گروہ منتشر ہو چکا تھا اس لئے مقابلے کی نوبت ہی نہ آئی اور مسلمان بلا جنگ ہی واپس مدینہ لوٹ گئے

غزوہ بنی المصطلق:

بنوالمصطلق ،مدینہ منورہ سے نومنزل پر واقع مقام مرسیع میں آباد قریش کے حلیف قبیلہ خزاعہ کا ایک خاندان تھا ۔اس خاندان کا سرغنہ حارث بن ابی ضرار تھا۔اس شخص نے عربوں کو آپؐ کے خلاف لڑنے کی دعوت دی جوانھوں نے قبول فرمائی۔آپ ﷺ نے حضرت زید بن خصیب کو بھیج کر پہلے تصدیق کی پھر دس مہاجرین اور تیس انصار کے ہمراہ روانہ ہوئے اور ایک چشمہ بنام مریسیع میں جا کر رکے حارث اور اس کی جمعیت تو بغیر مقابلہ کے ہی فرار ہوگئی مگر مریسیع میں آباد مقامی لوگوں سے کچھ تصادم ہوگیا بقول شبلی نعمانی۔

مسلمانوں نے دفعۃً حملہ کیا تو ان کے پاوں اکھڑ گئے دس آدمی مارے گئے،ان کی تعداد تقریباً چھ سو تھی۔غنیمت میں دو ہزار اونٹ اور پانچ ہزار بکریاں ہاتھ آئیں(۷۵)

ابن سعد کے مطابق مسلمانوں میں صرف ایک آدمی مارا گیا

ترجمہ:

جبکہ مسلمانوں مین سوئے ایک شخص کے کوئی مقتول نہ ہوا(۷۶)

دومۃ الجندل شام کے راستے پر واقع ہےااس کے اور دمشق کے درمیان پانچ رات کی مسافت ہےاور مدینہ سے پندرہ یا سولہ رات کی مسافت ہے۔

حوالہ جات

(۱) ندوی، سید سلمان ندوی، سیرۃ النبی ﷺ، اعظم گڑھ، مطبع معارف، ص۴۰۴، ج۵،

(۲) ایضاً

(۳) مودودی، ابوالاعلیٰ مودودی، تفہیم القرآن، لاہور، ترجمان القرآن، ۱۹۷۹ء، ۱۶۷، ج اول

(۴) گوہر رحمان، اسلامی ریاست، مردان، دارالعلوم تفہیم القرآن، ۱۹۸۱ء، ص۱۸۳

(۵) القرآن ۲۵، : ۵۱_۵۲

(۶) القرآن ۱۶ : ۱۱۰

(۷) القرآن ۲۹: ۶۹

(۸) صدرالدین اصلاحی، اسلام ایک نظر میں، لاہور، اسلامک پبلیکشنز لمیٹڈ، ص۳۳۷،

(۹) السیوطی، جلال الدین السیوطی، سنن النسائی، بیروت، داراحیاء التراث العربی، ص۱۰، ج الثالث،

(۱۰) ابوالاعلیٰ مودودی۔ اسلامی نظام زندگی اوران کے بنیادی تصورات، لاہور، اسلامک پبلیکشنز لمیٹڈ، ص۲۹۸،

(۱۱) دائرہ معارف اسلامیہ، لاہور، دانش گاہ پنجاب، ۱۹۷۱ء، ص س ۵۴۳، ج۶

(۱۲) ندوی، ابوالحسن علی ندوی، انسانی دنیا پر مسلمانوں کے عروج وزوال کے اثرات، کراچی، مجلس نشریات اسلام ۱۹۷۲ء، ص۹۲

(۱۳) القرآن ۳ :۸۳

(۱۴) مولانا کوثر نیازی، اسلام ہمارا دین ہے، لاہور، فیروزسنز لمیٹڈ، ۱۹۷۲ء ص۹۲

(۱۵) مفتی محمد شفیع، معارف القرآن، کراچی، ادارۃ المعارف، ۱۹۹۳ھ ص ۶۷۶، ج۶

(۱۶) نعیم صدیقی، محسن انسانیت ﷺ، لاہور، اسلامک پبلیکشنز، ۱۹۷۶ء، ص۱۲۸

(۱۷) ایضاً

(۱۸) القرآن ۷ : ۱۹۹

(۱۹) القرآن ۱۱ : ۱۲

(۲۰) اصلاحی، امین احسن اصلاحی، تدبر قرآن، لاہور، فاران فاؤنڈیشن، ۱۹۸۴ء، ص۱۱۲، ج۴

(۲۱) سید اسعد گیلانی، رسول ﷺ کا حکمت انقلاب، لاہور، ادارہ ترجمان القرآن، ۱۹۸۱ء، ص۲۸۸

(۲۲) القرآن ۲۲ : ۳۹_۴۰

(۲۳) ؟؟؟؟؟

(۲۴) مفتی محمد شفیع، معارف القرآن، محولہ بالا، ص ۲۵۸، ج ٦

(۲۵) ابوالکلام آزاد، رسول رحمت ﷺ، لاہور، شیخ غلام علی اینڈ سنز ص ۲۵۵

(۲٦) القرآن ۴ : ۷۵

(۲۷) امین احسن اصلاحی، تدبر قرآن، محولہ بالا ص ۳۳٦، ج ۲

(۲۸) شبلی نعمانی، سیرۃ النبی ﷺ، کراچی، دار اشاعت، ۱۹۸۵ء، ص ۱۸۴، ج ۲

(۲۹) حیدر زمان صدیقی، اسلام کا نظریہ جہاد، لاہور، کتاب منزل، ص ۴۲ص

(۳۰) حیدر زمان صدیقی، اسلام کا نظریہ جہاد محولہ بالا، ص ۱۲۳

(۳۱) سید واجد رضوی، رسول ﷺ میدانِ جنگ میں، لاہور، مقبول اکیڈمی، ۱۹۵۴ء، ص ۴٦۔

(۳۲) بخاری، ابوعبداللہ محمد بن اسمٰعیل بخاری، صحیح بخاری، استنبول، المکتبۃ الاسلامیۃ، ۱۹۸۱ء، ص ۱۴۴ ج ۷

(۳۳) حیدر زمان صدیقی، اسلام کا نظریہ جہاد، محولہ بالا، ص ۱۴۴

(۳۴) مودودی، اسلامی نظام زندگی اور ان کے بنیادی تصورات، محولہ بالا، ص ۲۹۸

(۳۵) القرآن ۲ :۱۹۳

(۳٦) القرآن ۵ :۳۲

(۳۷) ابوالاعلیٰ مودودی، الجہاد فی الاسلام، لاہور، ادارہ ترجمان القرآن، ۱۹۸۸ء، ص ۲۹

۳۸) بخاری، صحیح بخاری، ص ۳۵، ج ۷

(۳۹) القرآن ۵ :۲۷

(۴۰) الطبری، ابی جعفر محمد بن جریر الطبری، جامع البیان عن تاویل القرآن، مصر، شرکۃ مکتبۃ ومطبعۃ البابی الحلبی، ۱۹٦۸ء، ص ۱۸۸، ج ۵

(۴۱) ایضاً

(۴۲) ابن کثیر، عماد الدین ابن کثیر القرشی تفسیر ابن کثیر، بیروت، دار احیاء التراث العربی، ۱۹٦۹ء، ص ۴۱

(۴۳) ابن کثیر، عماد الدین ابن کثیر القرشی، البدائیہ والنہایہ، مصر، الکتب العالمیۃ الاسلامیہ، ۱۳۴۸ھ، ص ۹۳، ج اول

(۴۴) توریت پیدائش ۴ : ۲۔۴

(۴۵) القرآن ۲۲ :۳۷

(۴٦) ابن کثیر تفسیر ابن کثیر، محولہ بالا، ص ۴۳، ج اوّل

(۴۷) ایضاً

(۴۸) القرآن ۵ : ۲۸

(۴۹) مودودی، ابوالاعلیٰ مودودی، تفہیم القرآن ، لاہور، مکتبہ تعمیر انسانیت ،۱۹۷۲ء، ج، اوّل

(۵۰) مسلم، ابوالحسین بن حجاج القشری، صحیح مسلم، بیروت، احیاء التراث العربی، ص۲۲۱۲، ج۴

(۵۱) بخاری، صحیح بخاری، محولہ بالا، ص۹۲، ج ۸

(۵۲) ابن ماجہ، ابوعبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ، سنن ابن ماجہ، دھلی، المطبع الفاروق، ۱۹۸۸ء، ص ۳۲۸

(۵۳) القرآن ۴ : ۹۳

(۵۴) القرآن ۵ : ۳۱

(۵۵) توریت پیدائش ۱۴ : ۱۰-۱۱

(۵۶) طبری، جامع البیان عن تاویل القرآن ،محولہ بالا ص۱۹۸

(۵۷) القرآن ۵ : ۳۱

(۵۸) القرآن ۲ : ۳۴

(۶۰) طبری، جامع البیان عن تاویل القرآن، محولہ بالا ،ص۱۸۸

(۶۱) محمد رضا خان، قدیم وجدید تاریخ مسلمانانِ عالم، لاہور، علمی کتب خانہ، ۱۹۸۳ء ص۲۷

(۶۲) محمد خالد اسمعیل، مطالعہ نقوش سیرت ﷺ، کراچی، طاہر سنز ، ۲۰۰۰ء ص۵۰

(۶۳) بولس سلامہ، المعلقات العشر ، بیروت، دار صادر، ۱۹۸۱ء ،ص۱۹۶

(۶۴) ایضاً

(۶۵) مودودی، الجہاد فی الاسلام ،محولہ بالا، ص۱۸۲

(۶۶) عیسیٰ سابا، شعراء الشمو آل، بیروت، مکتبہ صادر، ۱۹۵۱ء، ص۴۶

(۶۷) محمد اکبر خان، کروسید اور جہاد، لائل پور، نگار پریس، ۱۹۶۱ء، ص ۵

(۶۸) المعلقات العشر ،محولہ بالا ،ص۱۲۶-۱۲۷

(۶۹) ایضاً

(۷۰) نجیب آبادی، تاریخ اسلام، کراچی، نفیس اکیڈیمی، ۱۹۸۱ء، ص۱۵

(۷۱) علامہ یوسف بن سلمان بن عیسی الاندلسی ،اشعار الشعراء الستہ الجاھلین دار لکفر ،۱۹۸۲ء، ص۴۶۰

(۷۲) المعلقات ،ص۱۵۶

(۷۳) ایضاً

(۷۴) ایضاً

(۷۵) القرآن ۲۱ : ۴۱

(۷۶) القرآن ۲۵ : ۶۸